راہ اسلام

31 7/96

شمارہ ۷۷ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

امام کے وصیت ایک جھلک

ہمیں فخر ہے کہ ائمہ معصومین،
علی ابن ابی طالب سے منجی بشریت
حضرت مہدی صاحب زمان
علیہم آلاف التحیات والسلام تک
جو خدائے قادر کی قدرت و توانائی
سے زندہ اور تمام امور کے
نگراں ہیں، ہمارے امام ہیں۔

امام خمینی (رح)
ذیعقدہ ۱۴۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

راہ اسلام میں شائع ہونے والے ہر مقالے کا اسلامی جمہوریہ ایران کے نظریات کا مظہر ہونا لازمی نہیں ہے۔

اس شمارے میں

اداریہ : ــــــــــــــــ ۲

● ثقافتی :

باقوال علی کی روشنی میں عید غدیر کی فضیلت ــــــــــــــــ ۳

علی کی محبت قرآن اور حدیث کی روشنی ــــــــ از : سید مرتضٰی مطہری ــــــــ ۷

مولود کعبہ ــــــــ از : عین الحیدر علوی ــــــــ ۱۰

ہم امام کی شناخت کی کوشش کیوں کریں ــــــــ ۱۸

غدیر اور صوفیا ــــــــ از : خواجہ حسن ثانی نظامی ــــــــ ۲۰

غدیر اسلام کی ایک اہم عید ــــــــ ۲۱

الغدیر ــــــــ از : علامہ امینی ــــــــ ۲۵

غدیر تاریخ کے آئینہ میں ــــــــ ۳۰

نظم ــــــــ از : گوہر شیخ پوری ــــــــ ۳۲

حضرت علیؑ ابن ابیطالب کی انفرادیت ــــــــ از : ابوالممتاز طرفہ قریشی ــــــــ ۳۴

علی علیہ السلام کون ہیں ؟ ــــــــ ۳۶

نفس نبی حضرت علیؑ کی انفرادیت ــــــــ از : الحاج محمد مصطفٰی شائق ناگپوری ــــــــ ۳۸

فارسی سیکھو ــــــــ ۴۴

● تاریخی :

زندگانی پیغمبر اسلامؐ ــــــــ از : استاد جعفر سبحانی ــــــــ ۴۶

● ایران وجہان اسلام :

صحیفۂ نور ــــــــ ۴۸

سلمان رشدی کی شیطانی آیات ــــــــ از : محمد اسلم ــــــــ ۵۲

● اہم خبریں : ۵۶

ماہنامہ
راہ اسلام
شمارہ ۷۷ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
مطابق اگست ۹۰ء

عکس سرورق (پہلا) خانۂ فرہنگ میں جشن غدیر میں کا منظر (رپورٹ ص ۵۶ پر)۔ دائیں سے حجات الاسلام غیور حیدر، حسن عباس فطرت، تقریر جیسی قرم ایران فرہنگی سید محمد حسن شاہ نیکیان آقای اتولی وآقای احمدی (نمایندگان سفارت) حجات الاسلام انور عادل اور مسعود مہدی عابدی۔

پائین — حجات الاسلام انور عادل، محبوب مہدی عابدی، سید میر علی نقوی، محمود نقوی — جانب درجب صوفی محمد اکرم صابری نظم سناتے ہوئے۔ (رپورٹ ص ۵۶ پر جعفری دوتہ نیبڈ ذہن کی نظامت جشن غدیر

عکس سرورق ص ۲ محمد ان قلمکار

فون : ۳۸۳۲۳۲

قیمت : ۵ روپیے

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر
غلام رضا نور محمدان
خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
تلک مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

کوسک پرنٹرس، ۱۳۰ پریم نگر غازی آباد (یوپی)

اداریہ

انسانِ کامل

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

میں نے قلم اٹھایا کہ شعر لکھوں، شعرِ زندگی، شعرِ حقیقت، شعرِ عدالت، شعرِ شجاعت، شعرِ ایمان، شعرِ عشق، شعرِ صفا، شعرِ محبت، شعرِ علم اور شعرِ حلم۔

میں مدح علیؑ میں شعر گنگنا رہا تھا دفعتاً متوجہ ہوا کہ اے کاش شاعر کے بجائے میں ایک ماہر نقاش ہوتا تو آسمان کی منظر کشی کرتا، اس پر سورج کی نقاشی کرتا اور اس کے مشرقی گوشہ میں چاند کا نقش ابھارتا اور فقط میں ہی اس بات سے واقف ہوتا کہ اس منظر کشی سے میری مراد کیا ہے اور میں اپنی اس نقاشی کے ذریعہ کس خیال کی ترجمانی کرنا چاہتا ہوں۔ میرے علاوہ بعض دوسرے لوگ بھی اس نقاشی کے مفہوم سے واقف ہوئے جن کی آنکھوں نے یہ دلکش منظر دیکھا تھا کہ کائنات کے آسمان پر ماہِ وجودِ علیؑ نے پیغمبرؐ جیسے درخشاں آفتاب ہی سے روشنی حاصل کی ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی کافی نہیں ہے۔ کاش میں ایک نامور مصنف ہوتا اور علیؑ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ایک معرکتہ الآرا تصنیف پیش کرتا لیکن کس قلم میں اتنی طاقت ہے کہ وہ حضرت علیؑ کا مکمل سیر حاصل تذکرہ پیش کر سکے اور ذکر کے اس بھاری بوجھ کی وجہ سے اٹھا سکے اور اس کے بازو شل نہ ہو جائیں اور وہ اپنے وجود کی گرمی سے پگھل نہ جائے۔ نہیں یہ کام انجام دینا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ پس مجھے اس موضوع پر غور و فکر کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیجئے تاکہ میں افکار و خیالات کے دریا میں غرق ہو جاؤں اور دنیا والوں تک یہ بات پہونچا دوں کہ میں اس مردِ کامل کے تذکرہ سے عاجز و ناتواں ہوں جس کے بارے میں خود پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "**ان ھذا اخی ووصی ووزیری وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا**" یعنی یہ تم لوگوں کے درمیان میرا بھائی، میرا وصی، میرا وزیر اور میرا خلیفہ و جانشین ہے پس اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ مجھے اس ارشاد نبوی کی فضا میں سیر کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیجئے کہ "**یا علی انت اول المومنین ایمانا وانت اول المسلمین اسلاما وانت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی**"۔ یعنی اے علیؑ! آپ مومنین میں سب سے پہلے ایمان لائے اور تمام مسلمانوں سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ میرے لئے بالکل اسی طرح ہیں جیسے موسیٰؑ کیلئے ہارون تھے۔ اب مجھے قرآنی آیات کی طرف قلم فرسائی کرنے دیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری روح اس قفسِ عنصری سے عالم بقا کی طرف پرواز نہ کر جائے لہٰذا مجھے قدرے سکون و اطمینان حاصل کر لینے دیجئے تاکہ میں علیؑ کی عدیم المثال شخصیت کو قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھ سکوں کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کی یہ آواز آج بھی فضا میں گونج رہی ہے

کہ" علی مع القرآن و القرآن مع علی لا یفترقا حتی یردا علی الحوض"۔ ؎۲ یعنی علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے قریب آجائیں گے۔ مجھے اپنی عاجزی و ناتوانی کا اعتراف ہے۔ نہ میں ایسا کوئی شعر لکھ سکتا ہوں جو علیؑ کی مدح سرائی کا حق ادا کر سکے اور نہ کاغذ کے صفحہ پر نقاشی کا کوئی ایسا نمونہ پیش کر سکتا ہوں جو علیؑ کی شخصیت کی ترجمانی کر سکے۔ وہ علیؑ جو خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے اور جن کا اسم گرامی علیؑ اعلیٰ سے مشتق ہے۔ وہ علیؑ جن کی زوجہ پیغمبرؐ کی نورِ نظر و پارہ جگر ہیں جو بذات خود کوثر لامحدود اور مخصوص عطیۂ الٰہی تھیں۔ وہ علیؑ جن کے فرزند ارجمند اسلام محمدیؐ کی رگوں میں دوڑنے والے تازہ خون کی حیثیت رکھتے ہیں وہ علیؑ جن کا عقد آسمان پر پڑھا گیا۔ وہ علیؑ جس کے باپ نے پیغمبرؐ کو تنہا نہیں چھوڑا۔ وہ علیؑ جو آیات قرآنی کی تاویل پیش کرتے ہیں۔ وہ علیؑ جو شہر مکہ کے نامور و عدیم المثال بہادر ہیں اور جس نے پیغمبرؐ کے دامن تربیت میں پرورش پائی۔ وہ علیؑ جو ہجرت کی ہولناک رات میں پیغمبرؐ کے بستر پر بڑے اطمینان سے سو گئے تاکہ کفار مکہ کی سازش سے پیغمبرؐ کی جان بچ جائے۔ وہ علیؑ جو دنیا کے بہترین رہبر و رہنما ہیں۔ وہ علیؑ جو بابِ علم نبوت اور دینی علوم و معارف کا سرچشمہ ہیں اور وہ علیؑ جو علم کے دریائے متلاطم میں کشتی نجات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

"کیا کہوں اور کس کی حمد و ثنا کروں؟ اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی ستائش کروں جس کے لامحدود لطف و کرم نے مجھے منزل کمال تک پہونچا دیا اور مجھے ایسے خانوادہ میں جنم دیا جس کے بزرگ اللہ کے محبوب رسولؐ کے دین کو قبول کرنے کا شرف پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں؟ یا اس رسولِ خداؐ کی حمد و ثنا کروں جس نے حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی امانت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور تہذیب و تمدن سے عاری بادیہ نشین عربوں کے درمیان رنج و مصائب کی زندگی بسر کی اور دنیائے بشریت کو نور خداوندی سے منور کر دیا تاکہ ہم لوگوں کو راہ ہدایت حاصل ہو جائے؟ یا ان لوگوں کی مدح سرائی کروں جنہوں نے اس دین الٰہی کی سربلندی کی راہ میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی گرانقدر زندگی نچھاور کر دی اور ہم لوگوں کو عصر حاضر میں اس کی حفاظت و پاسداری کا شرف عطا کر دیا۔ پس اسلام سے بیگانہ دانشوروں کو کہنے دیجئے کہ "اے فلک، اے آسمان اور اے زمین! کتنا اچھا ہوتا کہ جملہ تخلیقی صلاحیت و توانائی کے بموجب ہر زمانے میں دنیا کو علیؑ جیسا صاحب عظمت، صاحب قلب، صاحب زبان، صاحب علم و عرفان اور صاحب ذوالفقار انسان حاصل ہو جاتا۔" (جارج جرداق)

مجھے اپنی عاجزی و ناتوانی کا اعتراف ہے۔ نہ میں ایسا کوئی شعر لکھ سکتا ہوں جو علیؑ کی مدح سرائی کا حق ادا کر سکے اور نہ کاغذ کے صفحہ پر نقاشی کا کوئی ایسا نمونہ پیش کر سکتا ہوں جو علیؑ کی شخصیت کی ترجمانی کر سکے۔ وہ علیؑ جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور جن کا اسم گرامی علیؑ اعلیٰ سے مشتق ہے۔

حوالے:

؎۱ علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی نے اپنی کتاب سیرۃ الحلبیہ ص ۳۳۲ جلد اول، ابو الفداء نے اپنی کتاب کے ص ۱۱۶ جلد اول، ابن ابی الحدید ص ۴۴۳ جلد سوم، سیرۂ احمد زین الدین احسلان ص ۱۱۵، مسند احمد حنبل ص ۱۱۱ و ص ۱۵۹، ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے رسالۂ السیاسہ شمارہ ۲۷۵۱ و ملحقات شمارہ ۲۷۸۵ میں، صحیح مسلم، صحیح احمد، مسند عبداللہ بن احمد و ابن حجر ہیثمی نے جمع الفوائد میں، ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں، احمد بن عبدربہ نے عقد الفرید میں اور متعدد دیگر علمائے اہلسنت نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کو نقل کیا ہے

؎۲ ذخائر العقبیٰ طبری ص۵۹

؎۳ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۸۱ و جلد سوم ص ۳۶

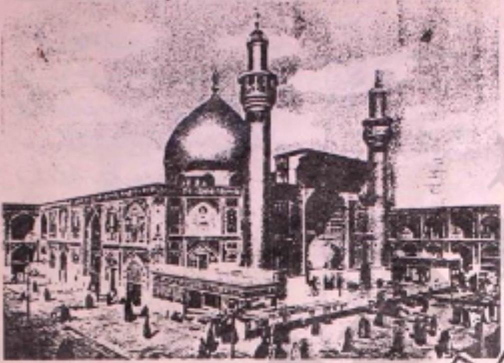

اقوالِ علیؑ کی روشنی میں

عیدِ غدیر کی فضیلت

حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں ایک بار عید غدیر جمعہ کے دن پڑی تو مولائے متقیان ... نے حمد خداوندی کے بعد اپنے خطبے میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اور اس کے بعد اب مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ خداوند عالم نے آج تم لوگوں کے لئے دو عیدیں فراہم کر دی ہیں ایسی دو عظیم الشان عیدیں کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ثابت و استوار نہیں رہ سکتی تھیں۔ اس نے نیکی و بھلائی کو تم لوگوں کے لئے منزلِ کمال عطا کر دیا اور نہایت اچھے انداز میں تم لوگوں کو واقف و آگاہ کر دیا اور اپنی ہدایت کی روشنی میں تم لوگوں کی معرفت و روشن ضمیری کو فروغ عطا کرتے ہوئے تم لوگوں کو اپنے دین کی روشن راہ پر گامزن کر دے اور اس کے بعد اپنی کثیر نعمتوں کو تمہارے حوالے کر دیا

"اسی وجہ سے اس نے جمعہ کو یوم اجتماع قرار دیا اور سب لوگوں کو اس اجتماع میں شرکت کی دعوت دی تاکہ ہفتہ بھر آپ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ پاک و پاکیزہ ہو جائے اور آپ لوگوں کے کام کاج میں جو کمی و خرابی رہ گئی ہو اس کی ہر جمعہ کو تصحیح ہو جائے یہی وہ دن ہے جس میں مومنین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو یاد کریں اور تقویٰ و پرہیزگاری سے کام لیں۔ اس دن خداوند عالم نیک کردار لوگوں کے اعمال کی جزا میں کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے لیکن بات اسی جگہ ختم نہیں ہوتی بلکہ اس نے جو حکم صادر کیا ہے اس کی پیروی بھی لازمی ہے اور اس نے جن چیزوں کی نہی فرمائی ہے ان سے پرہیز و مکمل علیحدگی بھی ضروری ہے پس اس کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم رکھنا ہی ہماری ذمہ داری ہے۔

"پس اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ توحید پر اعتقاد و ایمان اس وقت تک قابل قبول نہیں ہے جب تک آپ پیغمبر اکرمؐ حضرت محمدؐ کی نبوت و رسالت کو قبول نہ کر لیں اور اسی طرح جب تک آپ اس شخص کی ولایت و سرپرستی قبول نہ کر لیں جس کو خداوند عالم نے ولی و سرپرست قرار دیا ہے، کوئی اعتقاد و عمل قابل قبول نہیں ہے۔ پس اطاعت خداوندی کا حق اسی وقت ادا ہو گا جب آپ خدا اور اس کے اولیاء کی فرمانبرداری کریں یعنی وہ جس کے بارے میں غدیر کے دن خداوند عالم نے آیۂ مبارکہ نازل فرمائی اور اپنے مخصوص بندہ کے سلسلے میں اپنے ارادہ کو ظاہر کیا اور پیغمبر کو حکم دیا کہ لوگوں تک پیغام کو پہونچا دیں اور گمراہوں و منافقوں کی کوئی پرواہ نہ کریں اور خود اس بات کی ضمانت لی کہ وہ انہیں گمراہوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

الغرض اس طرح خداوند عالم نے ان لوگوں کے مکر و فریب کی طرف واضح اشارہ کر دیا جو دل ہی دل میں پیغمبر سے بغض و عداوت رکھتے تھے اور ان لوگوں کو بھی پوری طرح بے نقاب کر دیا جو بباطن ارتداد اور گمراہی کا راستہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ یہی وہ موقع تھا جب مومن و منافق دونوں کو جو کچھ جاننا چاہیئے تھا وہ بخوبی جان گئے۔ اس کے بعد لاپرواہ اور لاابالی لوگ حق سے کنارہ کش ہو گئے اور جو ایمان کی راہ پر استوار و ثابت قدم تھے وہ حق کو تسلیم کرنے پر اٹل ہو گئے۔ یہی وہ موقع تھا کہ منافقوں کی جہالت اور منحرف جماعت کی نافرمانبرداری میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا اور یہ لوگ ہمہ تن متحد ہو گئے۔ انہیں سے کسی نے کوئی بات کہی تو دوسرے نے ایک زوردار آواز بلند کی اور جس نے نافرمانی کی وہ اس پر پوری طرح اٹل رہا۔ اس دوران کچھ لوگوں نے اعترافِ حق تو کیا لیکن دل سے نہیں اور کچھ لوگوں نے دل و جان سے حق کا اعلانیہ اعتراف کیا اور اس طرح خداوند عالم نے اپنے دین کو کامل و روشن کر دیا اور تکمیلِ دین کے ذریعہ پیغمبر اور ان کے چاہنے والوں کو شادماں کر دیا یہ وہی واقعہ غدیر ہے جس کو تم لوگوں میں سے اکثر افراد نے خود ہی آنکھوں سے دیکھا ہے اور بعض لوگوں کو بعد میں اس کی اطلاع حاصل ہوئی ہے اور خداوند عالم نے صابرین سے جو نیک وعدہ کیا تھا وہ اس واقعہ سے پیوستہ ہو گیا اور فرعون و ہامان و قارون کی سپاہ و سلطنت کو ویران کر دیا لیکن کچھ ایسے افراد باقی رہ گئے جنہوں نے لوگوں کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا لیکن ان لوگوں کو بھی خداوند عالم معاف نہ کرے گا اور انہیں تباہ و برباد کر دے گا اور ان کی کوئی علامت بھی باقی نہ رہ جائے گی اور یہ لوگ دائمی درد و رنج میں مبتلا ہو جائیں گے اور پھر ان لوگوں سے ملحق گروہ سے کہے گا کہ کیا ان لوگوں کو طاقتور اسی نے بنایا تھا کہ

خدا کو نقصان پہنچائیں جیسا کہ ان لوگوں نے دین خدا کو بھرپور نقصان پہنچایا۔ وہ الٰہی طاقت کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے دین خداوند عالم تو ایک لمحہ سے پہلے ہی اپنے دشمن پر کامیاب ہونے والا ہے کیونکہ وہ لطیف و خبیر ہے۔

"اتنی طولانی گفتگو لازمی نہ تھی بلکہ اس سے کم الفاظ میں بھی اس بات کو بیان کیا جا سکتا تھا۔ پس اے لوگوں خداوند عالم کی رحمت کے سایہ میں زندگی بسر کرو اور خداوند عالم نے جن باتوں کی طرف تمہیں دعوت دی ہے انہیں سے ہر ایک کے بارے میں غور و فکر کرو اور اس کے دین کی راہ پر گامزن رہو اور انحراف سے علیحدگی اختیار کئے رہو تاکہ راہ الٰہی سے محروم نہ ہونے پاؤ۔

"بیشک آج کا یہ دن بڑا عظیم ہے۔

اس دن لائق لوگوں کی قدر و منزلت میں بڑا اضافہ ہوا اور برہان الٰہی پوری طرح نمایاں ہو گئی۔

جی ہاں! آج حق کو روشن و منور کرنے کا دن ہے

آج خداوند عالم کے دین کی تکمیل کا دن ہے۔

آج عہد و پیمان کا دن ہے۔

آج گواہی اور گواہوں کا دن ہے۔

آج نفاق کی بنیادوں کے بے نقاب ہونے کا دن ہے۔

آج حقائق ایمان کے بیان کا دن ہے۔

آج شیطان کو دور بھگانے کا دن ہے۔

آج حق کے فیصلہ دینے کا دن ہے۔

آج فراموش شدہ بلند لوگوں کا دن ہے۔

آج راہ دکھانے اور تبلیغ و ارشاد کرنے کا دن ہے

آج لوگوں کی آزمائش و امتحان کا دن ہے۔

آج رہنماؤں کی رہنمائی کا دن ہے۔

آج پوشیدہ مقاصد کو نمایاں کرنے اور دوسروں کے لئے زمین ہموار کرنے کا دن ہے۔

آج ان لوگوں کا دن ہے جو قیادت و رہبری کے لائق ہیں۔"

اس کے بعد مولائے متقیان نے ارشاد فرمایا:

"اب اے لوگو! اپنے اعمال میں ارشاد الٰہی کا خیال رکھو اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرتے رہو اور اس کے ساتھ مکر و فریب نہ کرو۔ توحید خداوندی کا اعتقاد رکھتے ہوئے ان لوگوں کی اطاعت کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل کرو جن کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے۔ گمراہی کے راستہ پر مت چلو اور جو لوگ گمراہ ہو چکے ہیں ان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ دوسروں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں کیونکہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو لعنت و ملامت کا مستحق قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے: "انا اطعنا سادتنا و کبرائنا فاضلونا السبیلا ربنا آتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا" ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہم لوگوں کو گمراہ کر دیا پس اے پروردگار! ان لوگوں پر عذاب کو دوگنا کر دے اور ان پر زیادہ سے زیادہ لعنت کر۔ قرآن مجید میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "واذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنا من عذاب اللہ من شیئ قالوا لو ھدانا اللہ لھدینا کم" اور جب یہ لوگ دوزخ میں جھگڑا کریں گے تو سنگبار اور

عظمت فروشوں کی پیروی کرنے والے کہیں گے کہ ہم لوگ تمہاری پیروی کرتے تھے کیا اب تم ہمارے اس عذاب کا کچھ حصہ اپنے اوپر لے سکتے ہو۔ تو وہ جواب دیں گے کہ اگر ہم راہ خدا پر گامزن ہوتے تو تمہیں بھی اس راہ پر چلنے کی دعوت دیتے

"اب کیا آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ۔ "استکبار" کا استعمال کس کے لئے کیا گیا ہے ؟ در حقیقت استکبار اس شخص کی اطاعت کا ترک کرنا ہے جس کی اطاعت کرنے کا حکم خود پروردگار نے جاری کیا ہے۔ اور اس شخص کے مقابلے میں صف آرائی کرنا ہے جس کی پیروی کا حکم خداوند عالم نے جاری کیا ہے۔ قرآن میں ایسی بہت سی داستانیں موجود ہیں جن کا تعلق مستکبروں سے ہے اور اگر انسان ان داستانوں کا بغور مطالعہ کرے تو وہ گمراہی اور بے راہ روی سے یقیناً محفوظ رہے گا۔

"اے مومنین ! خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانهم بنيان مرصوص۔ بیشک خداوند عالم ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو خدا کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور استوار و پائیدار بنیادوں کی طرح صف بستہ رہتے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس آیۂ مبارکہ میں "في سبيله" سے مراد کیا ہے ؟ راہ خدا کون سی ہے اور صراط اللہ و سبیل اللہ پر گامزن لوگوں سے کس کو مراد لیا گیا ہے ؟

"وہ صراط خدا میں ہوں جس پر اگر کوئی گامزن نہ ہو تو گمراہی کے کنویں میں گر جائے گا۔ میں ہوں وہ راہ خدا جس کو پیغمبر کے بعد مقرر کیا گیا اور جس کی باقاعدہ نشاندہی کی گئی۔

"میں ہوں جنت اور دوزخ کی تقسیم کرنے والا۔ میں ہوں جنت خدا بدکاروں کے لئے اور نیکوکاروں کے لئے بھی پس خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور موت کے آنے سے پہلے اعمال صالحہ میں مصروف ہو جاؤ اور مغفرت خداوندی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرو اس سے قبل کہ قیامت آجائے اور تم ایسی جگہ پر رہ جاؤ جہاں اندر کی طرف بہشت ہو اور باہر کی طرف دوزخ کی آگ۔ تم چلاؤ اور کوئی تمہاری آواز نہ سن پائے، تم نالہ و شیون کرو اور کوئی متوجہ نہ ہو۔ تم فریاد طلب کرتے رہو اور کوئی فریاد رسی نہ کر سکے۔ اطاعت خداوندی میں تیز رفتاری سے کام لو تاکہ موقع ہاتھ سے نہ نکلنے پائے یہ مت سوچو کہ قیامت کا دن بہت دور ہے بلکہ یہ سمجھو کہ موت کا وقت بالکل قریب آگیا ہے اور کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں موت سے فرار و علیحدگی اختیار کی جا سکے۔

"یہ اجتماع اب ختم ہونے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں آپ لوگ اپنے گھروں کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔ جائیے۔ خداوند عالم آپ لوگوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اپنے گھر والوں کے ساتھ خوشی منائیے، اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کیجئے اور خداوند عالم نے آپ لوگوں جو نعمتیں عطا کی ہیں اس کا شکریہ ادا کیجئے۔ باہم متحد ہو جائیے تاکہ خداوند عالم آپ لوگوں کی مدد کرے۔ نیک کام انجام دیجئے تاکہ خداوند عالم تمہاری دوستی کو پائدار بنا دے۔ خدا داد نعمتوں میں سے ایک دوسرے کو ہدیہ و تحفہ بھیجئے۔ خداوند عالم آج دیگر عیدوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اجر عطا کرے گا۔"

"آج کے علاوہ ایسا اجر تم لوگوں کو میسر نہ حاصل ہوگا۔ آج کے دن کار خیر انجام دینا مال میں اضافہ اور عمر درازی کا باعث ہے۔ لوگوں کے ساتھ مہربانی کرکے مہربانیٔ خداوندی کا حصول یقینی ہے آج کے دن خدا کی دی ہوئی دولت سے اپنے بھائیوں اور خاندان والوں کو بھی دیجئے اور زیادہ سے زیادہ خوشحال رہیئے اور خوشی خوشی ایک دوسرے کو گلے لگائیے اور خداوند عالم کا شکریہ ادا کیجئے اور کھانے پہننے میں خود کو غریب و پسماندہ لوگوں کے برابر رکھئے اور اس مساوات اور یگانگی کو جہاں تک ممکن ہو عملی طور پر برقرار رکھئے کیونکہ آج کے دن ایک درہم دینے کا اجر ایک لاکھ درہم ہے اور برکت عطا کرنا تو خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے۔

"اور آج کے دن روزہ کو بھی خداوند عالم نے مستحب قرار دیا ہے اور اس کا بہت بڑا اجر بھی مقرر کیا ہے لیکن اگر کوئی شخص آج کے دن اپنے بھائیوں کی ضرورت پوری کر دے اور ان کی طلب و تمنا سے زیادہ نیکی کرے تو اس کا اجر وہی ہوگا جو اس دن روزہ رکھنے والے اور ساری رات عبادت الٰہی میں بسر کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ جو آج کے دن روزہ دار کے لئے افطاری کا انتظام کرے تو گویا اس نے روزہ داروں کی بہت بڑی جماعت کی افطاری کا انتظام کیا ہے۔ جب ایک دوسرے سے ملئے تو سلام اور مصافحہ کیجئے اور آج خداوند عالم کی جانب سے آپ لوگوں کو جو نعمت حاصل ہوئی ہے اس کے لئے ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کیجئے۔ یہ باتیں جو آپ نے اس اجتماع میں سنی ہیں انہیں ان لوگوں تک بھی پہونچائیے جو انہیں سن سکے ہیں۔ دولتمند لوگوں کو چاہیئے کہ وہ حاجت مندوں کی تلاش کریں اور طاقتور لوگوں کو چاہیے کہ وہ کمزور و ناتواں لوگوں کی خبر گیری کریں کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے ہم لوگوں کو انہیں باتوں کا حکم دیا ہے۔"

علی (ع) کی محبت قرآن و سنت کی روشنی میں

از : شہید مرتضیٰ مطہری

چودہ سو سالہ جشن عید غدیر کے موقع پر ساری دنیا میں عظیم الشان مذہبی اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں اور ان اجتماعات میں غدیر خم کے میدان میں رونما ہونے والے اس واقعہ کی یاد تازہ کی جا رہی ہے جس میں حکم خداوندی کے بموجب پیغمبر اکرم (ص) نے حضرت علیؑ کی ولایت و امامت کا اعلان کیا تھا اور بارگاہ خداوندی میں یہ دعا فرمائی تھی کہ پالنے والے جو علیؑ سے محبت رکھتا ہو اس سے تو بھی محبت رکھ اور دشمن علیؑ کو اپنا دشمن قرار دے۔

چنانچہ موقع کی مناسبت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے درج ذیل مقالہ میں قرآن و سنت کی روشنی میں علیؑ کی محبت اور اس کی اہمیت و افادیت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید کہ قارئین کرام کو ہماری یہ کوشش ضرور پسند آئے گی۔

گذشتہ پیغمبروں کی داستان بیان کرتے وقت قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ جب ان لوگوں سے اجر و پاداش طلب کرنے کی درخواست کی گئی تو سب نے یہی جواب دیا کہ "ہم عوام سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ ہمارا اجر تو بس خداوند عالم کی طرف سے ہے"۔

لیکن خداوند عالم اپنے آخری پیغمبرؐ سے یوں خطاب کرتا ہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ[1]

یعنی اے پیغمبرؐ کہہ دو کہ میں تم لوگوں سے کسی اجرت و مزدوری کا مطالبہ نہیں کرتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں (اہلبیت) کی محبت۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جملہ انبیاء کرام (ع) نے کسی اجر و پاداش کا مطالبہ کیوں نہیں کیا اور نبی اکرم (ص) نے لوگوں سے اپنی رسالت کی اجرت کا مطالبہ کیوں کیا اور لوگوں سے اپنے قرابت داروں کی محبت کی شکل میں اجر کیوں طلب کیا؟

قرآن خود اس سوال کا جواب دیتا ہے۔

قل ما سألتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ"

یعنی کہدو کہ میں نے جو اجر طلب کیا وہ کچھ نہیں ہے کیونکہ اس کا فائدہ تمہارے لئے ہے اور میری اجرت تو خدا کے علاوہ کسی پر نہیں ہے۔

یعنی اجرت کے طور پر میں نے جو کچھ طلب کیا ہے اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے میرا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ درحقیقت میرے اہلبیتؑ کی دوستی خود تمہاری اصلاح کا ذریعہ ہے۔ اس کا نام اجرت رکھا گیا ہے حالانکہ یہ ایک دوسری نعمت ہے جو میں تم لوگوں کے سامنے پیش کر رہا ہوں کیوں کہ پیغمبرؐ کے اہلبیت وہ لوگ ہیں جو آلودگی کے قریب نہ جائیں اور اپنے دامن کو ہر طرح پاک و پاکیزہ رکھیں۔

"مجوو طہارت و طہرت"

ان کی محبت اطاعت الٰہی اور فضائل و کمالات کی پیروی کا باعث ہو۔ درحقیقت ان لوگوں کی محبت اکسیر کی طرح قلب کو تسکین پہنچاتی ہے اور اس کو کامل بنا دیتی ہے"۔

"قربیٰ" سے مراد کوئی بھی ہو لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس کے مصداق لوگوں میں نمایاں ترین فرد علیؑ ہیں۔

زمخشری نے کشاف میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا "یا رسول اللہ! آپ کے قرابت داروں میں وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم لوگوں پر واجب قرار دی گئی ہے؟" ارشاد فرمایا "علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے بیٹے"۔

حضرت علیؑ کی محبت و دوستی کے سلسلے میں بھی بے شمار روایات پیغمبرؐ سے منقول ہیں۔

۱۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یا علیؑ! خداوند عالم نے تمہیں ان چیزوں سے زینت دی ہے کہ اس کے بندوں کی نظر میں ان سے زیادہ پسندیدہ کوئی دوسری زینت نہیں ہے۔

تمھارے دل میں دُنیا سے علٰحدگی کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ نہ تم نے دُنیا سے کوئی فائدہ حاصل کیا اور نہ دُنیا تم سے۔ تمھیں مساکین کی دوستی کا شرف عطا کیا وہ لوگ تمھاری امامت سے خوش ہیں اور تم بھی ان کی پیروی سے خوش ہو۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جو تمھیں دوست رکھے اور تمھاری دوستی پر ثابت قدم رہے لعنت ہے اس شخص پر جو تم سے عداوت رکھے۔ اور تمھارے خلاف دروغ گوئی سے کام لے۔

۲۔ سیوطی نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمایا۔

"علیؑ کی محبت ایمان ہے اور ان کی دشمنی نفاق" ؎

۳۔ ابونعیم کی روایت ہے کہ پیغمبرؐ نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"کیا میں تمھیں ایک ایسی چیز کی طرف رہنمائی کروں جس کو اگر تم لوگ مضبوطی سے پکڑے رہو تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے" ؟ ان لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ضرور بتائیں"

ارشاد فرمایا: "دیکھو یہ علیؑ ہیں۔ تم لوگ ان سے اتنی ہی محبت کرو جتنی مجھ سے کرتے ہو، ان کا اتنا ہی احترام کرو جتنا میرا کرتے ہو کیوں کہ خداوند عالم نے جبرئیل کے ذریعہ مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں یہ بات تم لوگوں کو بتا دوں" ؎

اس کے علاوہ علمائے اہلسنت نے پیغمبر اکرمؐ سے ایسی بہت سی روایات نقل کی ہیں جن میں علیؑ کے چہرے کو دیکھنا اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرنا عبادت شمار کیا گیا ہے۔

۱۔ محب طبری نے عائشہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ

"میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ علیؑ کے چہرے کو بار بار دیکھ رہے تھے۔ میں نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "باباجان! آپ علیؑ کے چہرے کو بار بار دیکھ رہے ہیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ جواب دیا۔ بیٹی! میں نے پیغمبرؐ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ علیؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے" ؎

۲۔ ابن حجر حضرت عائشہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا۔

"علیؑ میرے بہترین بھائی اور حمزہ میرے بہترین چچا ہیں۔ علیؑ کا ذکر کرنا اور ان کی یاد منانا عبادت ہے" ؎

خدا اور اس کے پیغمبرؐ کی نظر میں علیؑ بہت عزیز و محبوب تھے۔ انس ابن مالک کا بیان ہے کہ ہر روز انصار میں سے ایک شخص پیغمبرؐ کی خدمت میں کام انجام دیا کرتا تھا۔ ایک روز میری باری تھی ام ایمن نے ایک بُھنا ہوا مُرغ پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا۔ "یا رسول اللہ! میں نے آپ کے لئے یہ مُرغ خود تیار کیا ہے۔ حضرت نے کہا۔ "اے خدا! اپنے محبوب ترین بندے کو یہاں پہنچا دے تاکہ وہ اس کھانے میں شریک ہو سکے۔ اسی وقت دروازہ پر دستک کی آواز آئی۔ پیغمبرؐ نے مجھ سے کہا کہ دروازہ کھول دو۔ میں نے کہا کہ خدا کرے انصار میں سے کوئی شخص دروازہ پر ہو لیکن میں نے دیکھا علیؑ ہیں۔ میں نے کہا کہ اس وقت پیغمبرؐ ایک کام میں مصروف ہیں۔ یہ کہہ کر میں اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا دروازہ کھول دو۔ میں اپنے دل میں دُعا کر رہا تھا کہ کاش انصار میں سے کوئی آیا ہو۔ میں نے دروازہ کھولا تو پھر علیؑ نظر آئے۔ میں نے پھر کہہ دیا کہ پیغمبرؐ ایک کام میں مصروف ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر دروازہ پر دستک ہوئی۔ پیغمبرؐ نے کہا۔ انس دروازہ کھول دو اور آنے والے کو میرے پاس لاؤ۔ تم اپنی قوم کو عزیز رکھنے والے پہلے آدمی نہیں ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ آنے والا جماعت انصار میں سے نہیں ہے۔ میں نے دروازہ کھولا اور علیؑ گھر کے اندر آ گئے اور پیغمبرؐ کے ساتھ وہ بُھنا ہوا مُرغ نوش فرمایا" ؎

دیکھو یہ علیؑ ہیں۔ تم لوگ ان سے اتنی ہی محبت کرو جتنی مجھ سے کرتے ہو، ان کا اتنا ہی احترام کرو جتنا میرا کرتے ہو کیوں کہ خداوند عالم نے جبرئیلؑ کے ذریعہ مجھے یہ حکم دیا کہ میں یہ بات تم لوگوں کو بتا دوں۔

دلوں میں علیؑ کی محبت و دوستی کا سبب کیا ہے؟ :-

اب تک محبت کے راز کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں ہوئی ہے اور ایسے کسی فارمولے کی ایجاد نہیں ہو سکی ہے جس کی مدد سے اس کے راز کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے لیکن محبوب میں ایسی کوئی چیز ضرور ہوتی ہے جو عاشق کو غیر معمولی طور پر اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ کشش و محبت کے بلند درجات کو عشق کہا جاتا ہے۔ علیؑ دلوں کے محبوب اور انسانوں کے معشوق ہیں۔ کیوں؟

اور کس اعتبار سے؟ آخر علیؑ کی ذات میں وہ کون سی غیر معمولی صفت موجود ہے جو عشق کے جذبات کو برانگیختہ کر دیتی ہے اور دلوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اور ان کی یہ صفت زندۂ جاوید کیوں ہے؟ لوگوں کے دل خود ان سے آشنا کیوں خیال کرتے ہیں اور ان کو مردہ خیال نہیں کرتے بلکہ زندہ محسوس کرتے ہیں؟

یہ امر مسلم ہے کہ ان کی دوستی و محبت ان کے جسم پر منحصر نہیں ہے کیوں کہ ان کا جسم آج ہم لوگوں کے درمیان موجود نہیں ہے اور ہم لوگوں نے اس کا احساس بھی نہیں کیا ہے۔ ان کی محبت کی نوعیت اقوام عالم میں رائج رہنما پرستی پر بھی مشتمل نہیں ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ علی کی محبت ان کی اخلاقی اور انسانی فضیلت کی وجہ سے ہے اور علیؑ کی محبت انسانیت کی محبت ہے یہ سچ ہے کہ علی انسان کامل کا نمونہ تھے اور یہ بھی درست ہے کہ انسان انسانیت کے اعلیٰ نمونوں سے محبت کرتا ہے۔ لیکن اگر علیؑ میں یہ تمام انسانی فضائل جو موجود تھے وہ موجود رہتے، ان کی حکمت و جاں نثاری، ان کی عاجزی و انکساری، ان کے اخلاقی آداب و محاسن، ان کی شفقت و مہربانی، ان کی مخلص دوستی و غربا پروری، ان کی عدالت و انصاف دوستی، انسانی اقدار کے لئے ان کا جذبہ احترام، ان کی سخاوت و شجاعت اور ان کی سخاوت و مردانگی اور ان کا جود و کرم جیسا تھا ویسا ہی رہتا لیکن ان صفات و کمالات میں الٰہی رنگ موجود نہ ہوتا تو ان کی شخصیت میں جو کشش پیدا ہوگئی وہ ہرگز نہ ہوتی۔ مولوی روم نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

در شجاعت شیر ربانیستی
در مروت خود کہ داند کیستی؟

علیؑ اس وجہ سے محبوب ہیں کہ ان کو الٰہی تقرب حاصل ہے۔ انجانے میں بھی ہمارے دل کا جھکاؤ حق کی طرف ہوا کرتا ہے اور چونکہ علیؑ کی ذات حق اور صفات حق کا بہترین نمونہ ہے اسی لئے ان سے عشق کیا جاتا ہے۔

درحقیقت عشقِ علیؑ پیشوا نہ حضرت حق سے ارواح

انجانے میں بھی ہمارے دل کا جھکاؤ حق کی طرف ہوا کرتا ہے اور چونکہ علیؑ کی ذات حق اور صفات حق کا بہترین نمونہ ہے اسی لئے ان سے عشق کیا جاتا ہے۔

کا گہرا رابطہ ہے جو فطرت میں ہمیشہ کے لئے رکھا جا چکا ہے اور چوں کہ فطرتِ جاودانی ہے اسی لئے علیؑ کی محبت بھی جاودانی ہے۔

علیؑ کے وجود میں بیشمار واضح و روشن پہلو موجود ہیں لیکن جس چیز نے انھیں ہمیشہ کے لئے درخشندہ و تابناک بنا دیا ہے وہ ان کا ایمان و اخلاص ہے جس کی وجہ سے ان میں الٰہی کشش پیدا ہوگئی سودہ ہمدانی نامی فداکار و محبّ علی خاتون نے معاویہ کے سامنے حضرت علیؑ پر درود بھیجا اور ان کی مدح میں کہا۔

صلی اللہ علی روح تضمنھا
قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا
قد حالف الحق لایبغی بہ بدلا
فصار بالحق والایمان مقرونا

اس روح پر خداوند عالم کا درود و سلام جس کو زمین نے اپنی آغوش میں لے لیا اور انصاف بھی اس کے ساتھ دفن ہو گیا۔

اس نے حق کے ساتھ عہد و پیمان کر رکھا تھا اور حق کا کوئی بدل تسلیم نہیں کیا۔ پس وہ حق و ایمان کے ساتھ جڑ گیا تھا۔

صعصعہ بن صوحان عبدی بھی علیؑ کے عاشقوں میں تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو رات کی تاریکی میں علیؑ کے دفن میں شریک ؤ معدودے چند لوگوں میں شامل تھے۔ جب حضرت کو دفن کر چکے اور ان کا جسم مٹی کے ڈھیر میں چھپا دیا گیا تو صعصعہ نے ایک ہاتھ اپنے قلب پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے سر پر مٹی ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ کو موت مبارک ہو! کیوں کہ آپ کی ولادت گاہ پاک تھی، آپ کا صبر انتہائی طاقتور اور آپ کا جہاد نہایت عظیم تھا۔ آپ نے اپنے خیالات پر غلبہ حاصل کر لیا اور آپ کی تجارت فائدہ مند ہوگئی۔

آپ اپنے خالق کی طرف گئے۔ اور اس نے آپ کو بخوشی قبول کر لیا اور اس کے فرشتے آپ کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے۔ آپ پیغمبرؐ کے قریب ہوئے تو خداوند عالم نے آپ کو اپنے قریب میں جگہ دے دی اور مرتبۂ قربت کے بموجب آپ اپنے بھائی کے قریب پہنچ گئے اور ایک لبریز پیالہ نوش کر لیا۔

بارگاہِ خداوندی میں دعا ہے کہ وہ آپ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور ہم لوگ آپ کی راہ و روش پر گامزن رہیں۔ آپ کے دوستوں کو دوست اور آپ کے دشمنوں کو دشمن رکھیں اور ہمارا شمار آپ کے دوستوں کی فہرست میں ہو۔

آپ کو وہ سب کچھ حاصل ہو گیا جو دوسروں کو نصیب نہ ہوا اور آپ اس منزل پر پہنچ گئے جہاں دوسروں کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ آپ نے اپنے بھائی پیغمبر اسلام کے ہمراہ دشمنانِ خدا کے خلاف جہاد کیا اور دین خدا کی ایسی مدد فرمائی کہ مدد کا حق ادا ہو گیا۔ آپ نے روایات کو قائم رکھا اور بدعنوانیوں کی اصلاح کر دی۔

آپ کے وسیلہ سے مومنین کی پشت مضبوط ہوئی اور راہیں پوری طرح واضح و روشن ہو گئیں اور سنت نبوی نے رواج عام حاصل کر لیا۔ جو فضائل و کمالات آپ میں تھے وہ کسی دوسرے میں جمع نہ ہو سکے۔ آپ نے پیغمبرؐ کی آواز کا جواب دیا اور ان کی دعوتِ حق کو تسلیم کرنے میں دوسروں پر سبقت حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ آپ

از : عین الحمید علوی

مولودِ کعبہ

حضورؐ انور کی رسالت سے تقریباً دس سال پیشتر کا واقعہ ہے۔ حضورؐ کی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد حضورؐ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہی ہیں

حالت طواف میں ہیں اور آپ کے شکم مبارک میں وہ بچہ ہے جو سردار دنیا و آخرت ہے جس کے سر پر انا و علی من نور واحد (میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں) کا تاج ہے فاطمہ بنت اسد کو کیا معلوم کہ ان کے بطن میں جو بچہ سانس لے رہا ہے وہ باعث تطہیر کعبہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ خبریں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت علیؑ کو جوف کعبہ میں جنم دیا۔

"وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ فِی الْحَرَمِ الْمُعَظَّمِ

فَطَابَتْ فَطَابَ وَلِیْدُھَا وَالْمَوْلِدُ

رشد و ہدایت کا یہ آفتاب ۱۳ رجب کو اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔

آج کعبہ اپنی قسمت پر نازاں ہے کہ اس کے جوف میں وہ آفتاب عالمتاب جلوہ گر ہوا ہے جس کے دیدار کے مشتاق تمام ملائکہ و انبیاء ہیں۔ خانۂ خدا نور مسرت سے مجبوم رہا ہے کہ جو مولود اس کے آغوش میں سانسیں لے رہا ہے وہ اللہ کے مقدس گھر کو بتوں کی آلودگی سے پاک کرے گا۔ کعبہ جانتا ہے کہ یہ وہ مولود ہے جو فخر نبوت صلعم کے دوش مبارک پر راکب ہونے کا فخر حاصل کرے گا۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ نفس رسولؐ ہے کعبہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ قسیم النار والجنت ہے۔ یہ قرآن ناطق ہے۔ یہ باعث تنزیل آیات قرآن ہے۔ کعبۃ اللہ اپنی قسمت پر رشک کرتا ہے کہ یہ نو مولود جس نے اس کے جوف میں جنم لیا ہے اسی نور کا ایک [illegible] ہے جس سے مخاطب ہو کر رب کعبہ نے فرمایا تھا۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ اللہ کا گھر بارش انوار سے جگمگا رہا ہے۔ اور اس کی ضیا پاشیاں کائنات کے ذرہ ذرہ کو منور کئے ہوئے ہیں ؎

وقتے کہ بہ کعبہ مرتضیٰؑ پیدا شد | در ارض و سما جلوہ نما پیدا شد
جبرئیل ز آسماں فرود آمد گفت | در خانۂ لم یلد و لد پیدا شد

حضورؐ انور تشریف لاتے ہیں۔ حسینؑ نو مولود کو اپنے مقدس ہاتھوں سے غسل دیتے ہیں اس کے منھ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے ہیں اور نو مولود حضورؐ انور کی مبارک زبان چوستے چوستے سو جاتا ہے۔ تغذیۂ روحانی عالم شیرخوارگی میں ہی ہو جاتا ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے جب آنکھ کھلتی ہے تو جمال محمدیؐ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ منازل شہود آنکھ کھلتے ہی طے ہو جاتے ہیں نو مولود کی پہلی سانس نفوس رسالت میں گم ہو جاتی ہے اور ہستی موہوم جمال یار کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔

فخر الاسلام نجم الدین ابو بکر فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے تو حضرت ابو طالبؑ نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہنا شروع کیا "اے مالک اندھیری رات اور روز روشن کے اس لڑکے کا جو نام مناسب ہو وہ رکھ"۔ ناگاہ غیب سے آواز آئی "اس کا نام آسمان کی بلندیوں میں علیؑ ہے اور وہ مشتق ہے العلی سے جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔" آنحضرت کو بھی ہاتف غیب نے اطلاع دی تھی کہ اس پاک مہذب اور ستودہ لڑکے کا نام "علیؑ" رکھو ؎

علیؑ کا اسم ہے از اسمائے رب مجید
علیؑ یگانۂ دوراں علیؑ ہے فرد فرید

نجم الدین ابو بکر مناقب صحابہ میں لکھتے ہیں کہ زمانہ شیرخوارگی میں ایک بار حضرت علیؑ گھر پر تنہا تھے والدہ کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں ان کا گھر مکہ میں ایک

پہاڑ کے پہلو میں تھا ایک سانپ پہاڑ سے اترا اور اس نے حضرت علیؑ کے کاٹنا چاہا آپ نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اور وہ سانپ آپ کے ہاتھ میں مرگیا۔ اتنے میں والدہ باہر سے تشریف لائیں اور سانپ کو مرا ہوا دیکھ کر کہنے لگیں حیاک اللہ یا حیدر (اے میرے شیر اللہ تجھے زندہ رکھے) اسی لئے آپ کا نام حیدر ہوگیا۔

مناقب خوارزمی میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ مجھ پر میرے اور علیؑ کے آسمان کی طرف کسی کے لا الٰہ الا اللہ پر شہادت دینے کی آواز بلند نہیں ہوئی تھی۔ تمام احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ ہی اوّل من صلی (پہلے شخص جنہوں نے نماز پڑھی) کے پورے پورے مصداق ہوئے۔

مسلم اول شہ مرداں علیؑ — عشق را سرمایۂ ایماں علیؑ

نبی کریمؐ کی صدائے توحید پر سب سے پہلے لبیک کہنے والا علیؑ جو اس امت کے موحدین کا امام، مومنین کا امام، متقین کا امام، صابرین کا امام، راکعین و ساجدین کا امام، اصفیاء کا امام، اولیاء کا امام، طاہرین و طیبین کا امام، عابدین و زاہدین کا امام، محبوبین و مقربین کا امام، شہداء و صدیقین کا امام، علماء و صلحاء کا امام، جو (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) کی روشنی میں مولائے کائنات

ز مشرق تا بہ مغرب گر امام است

علیؑ و آل او اولادش تمام است

آپ حضورؐ انور کے قریب سے قریب تر ہوتے گئے ایسا کہ محمد عربیؐ کو اپنی سانسوں سے بوئے علیؑ آنے لگی اور علیؑ شمامہ انوار نبوی ہوگئے۔ زبان رسالت بےخود ہو کر کہہ اٹھی انت منی و انا منک (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہے) حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

اے شہ مرداں و شیر داوراں علیؑ

اے وصی مصطفٰیؐ مولیٰ علیؑ

انت منی و انا منک اے فتیٰ

لافتیٰ الا علی المرتضیٰ

اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن پھر بھی میں آپ کا معاونؐ مددگار ہوں

بار خاصی سر قدسی گوش دار

لایق این سر توئی اے ہوشیار

کرم اللہ وجہہ در شان تو

تو از آن ما و ہم از آن تو

نبوت کی خلعت فاخرہ زیب تن فرمانے کے تین سال بعد حضورؐ انور کو خالق کائنات کا حکم ہوتا ہے کہ اب علانیہ اسلام کی تبلیغ کیجئے اور وَاَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ (اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ سے ڈرایئے) آیت نازل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے تمام خاندان کو جمع فرماتے ہیں اور اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "اے بنی عبدالمطلب خداؑ کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمتیں پیش کرتا ہوں بولو تم میں سے کون اس شعور پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ میرا معاونؐ مددگار بنے۔ سارا مجمع چپ رہتا ہے۔ سناٹا طاری ہوجاتا ہے اچانک سناٹے کے سینہ کو چیرتی ہوئی ایک آواز آتی ہے "اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں، میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن پھر بھی میں آپ کا معاون و مددگار بنوں گا۔" نبی کریم دوبارہ اس بارگراں کو اٹھانے کی دعوت دیتے ہیں دوبارہ وہی ایک آواز پہلے سے بھی زائد عزم و استقلال سے بلند ہوتی ہے۔ تیسری بار پھر ختمی مرتبتؐ کی زبان مبارک دعوت ایمان کا نعرہ بلند کرتی ہے اور اپنا وصی خلیفہ اور وزیر تلاش کرتی ہے تیسری بار پھر وہی کمسن لیکن ایمان و ایقان اور عزم بالجزم میں ڈوبی ہوئی آواز ابھرتی ہے کہ گو کہ میں اس مجمع میں سب سے کمسن ہوں۔ سب سے زیادہ کمزور ہوں لیکن اس بارگراں کو اٹھانے کے لئے پوری طرح سے تیار ہوں۔

وہ جو سارے مجمع میں سب سے چھوٹا تھا خالق کائنات کی نظروں میں آج اتنا عظیم ہوگیا کہ اس کی عظمت کے آگے ایوان قیصر و کسریٰ سربسجود ہوگئے۔ کمزور اور پتلی ٹانگیں بنیانؑ مرصوص ہوگئیں اور علیؑ کی بنیادی زندگی حدیث قدسی کی شرح ہو کر رہ گئی کہ

بِيْ يَنْطِقُ وَبِيْ يَبْطِشُ وَبِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ (وہ میری ہی زبان سے بولتا ہے اور مجھ سے ہی قوت پاتا ہے مجھ سے ہی سنتا اور مجھ ہی سے دیکھتا ہے)

علی مرتضیٰؑ نے اپنے کو ہمہ تن آنحضرتؐ کی مرضیات کا تابع کر دیا اور آپ کی نظر کیمیا اثر نے اس سونے کو کندن بنا دیا۔ رسولؐ کی محبت شیفتگی میں بدلی اور شیفتگی اس حد تک بڑھی کہ حضورؐ کو بغیر اپنے چہیتے علیؑ کو دیکھے چین ہی نہ آتا ایک بار آپ کو کسی جگہ بھیجا تو یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا (اے اللہ مجھے موت نہ دے جب تک کہ مجھے علیؑ کو دکھا نہ دے)

آئینہ ساز کے رخسار کی تب و تاب سے یہ آئینہ دن بدن مجلّی و مصفّی ہوتا گیا اور علیؑ نے اپنے کو وجود محمدیؐ میں اس طرح گم کر دیا کہ زبان رسالت کہہ اٹھی عَلِیٌّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ (علی مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے) من و تو کا فرق مٹ گیا اور دونوں نور اس طرح ایک دوسرے میں ضم ہوئے کہ دو مل کر ایک عنصر بن گیا۔

نبوت کو پانچ سال گذر چکے ہیں حضورؐ انور نے اب دعوت اسلام عام طور سے شروع کر دی ہے۔ کفار حضورؐ اور حضورؐ کے رفقا کے جانی دشمن بن چکے ہیں حضرت ابوطالبؑ جو حضورؐ کے شفیق اور مخلص چچا ہیں جو علیؑ جیسے قدسی صفت کے باپ ہیں اپنوں کے طعنے سنتے ہیں بے گانوں کی جھڑکیاں سہتے ہیں طرح طرح کی ایذا کا نشانہ بنتے ہیں مگر اپنے جگر کے ٹکڑے محمدؐ روحی و قلبی فداہ کی اعانت و نصرت و حمایت میں سرگرم رہتے ہیں۔ وہ ابوطالب جن کے آغوش کفالت میں سردار دنیا و آخرت تاجدار اقلیم نبوت حضورِ انور ادواحنا فداہ نے پرورش پائی جو حضورؐ انور کو جان و مال و اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں جو سوتے جاگتے سفر حضر سب میں اپنے نور عینین محمدؐ کو اپنے سے الگ نہیں کرتے اس عالم میں جبکہ سارا جہاں شمع رسالت کو گل کر دینے کے درپے ہے آپ ہی وَاللہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ پر یقین فرماتے ہوئے اپنی جان عزیز کو خطرہ میں ڈال کر حضورؐ کی پشت پناہی فرماتے ہیں جو رفاقت محمدیؐ کے جرم میں اور دعوت نبوی کی پاداش میں تین سال کے لئے شعب ابوطالب میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں مگر بقول شاہ معین الدین ندوی مرحوم "اس نیک طینت بزرگ نے آخری لمحہ حیات تک اپنے عزیز بھتیجے کے سر سے دست شفقت نہ اٹھایا۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں ابوطالب نے آنحضرتؐ کے لئے جو جانثاریاں کیں اس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا آپ کی خاطر محصور ہوئے فاقے اٹھائے شہر سے نکالے گئے تین برس تک آب و دانہ بند رہا کیا یہ محبت یہ جوش یہ جانثاریاں سب رائگاں جائیں گی۔

کفار قریش کی زیادتیاں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو اللہ کے حبیبؐ کو مدینہ منورہ کی ہجرت کا حکم ہوتا ہے۔ کفار قریش میں سے نو آدمی شمع رسالت کو گل کر دینے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں جن کا ارادہ ہے کہ حضورؐ پر اس وقت حملہ کریں جب آپ محو خواب ہوں جبرئیل امینؑ آتے ہیں اور حضورؐ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں تاجدار نبوت تاجدار ولایت سے فرماتے ہیں کہ میری بستر چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ خدا تمہارا محافظ ہے۔ رسولؐ کا شیدائی بستر رسولؐ پر سو جاتا ہے نہ فرشتہ اعدا کا خوف نہ جان کی پروا کر نہایت سکون اور اطمینان قلبی کے ساتھ بستر مرگ کو پھولوں کی سیج سمجھتے ہوئے کائنات کے تمام چاہنے والوں کو عشق کے تمام متوالوں کو سرفروشی کی تعلیم دیتے ہوئے۔

سر خود را بہ رہ دوست نثار کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

ہجرت کی شب ملا جو تجھے بستر رسولؐ
کیا نفس مطمئن تھا کہ جس کو کیا قبول
ایمائے ایزدی کی ادا بھا گئی تجھے
پُر ہول خوابگاہ میں نیند آ گئی تجھے

اس وقت مولائے کائنات کا سن پندرہ سولہ سال کا رہا ہوگا۔ عین عنفوان شباب میں جان نچھاور کر دینا دل والوں ہی کا کام ہے۔ ملائکہ عرش علیؑ کی اس جانثاری پر مرحبا و آفرین کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ جو وعدہ آج سے برسہا برس پہلے بنی ہاشم کے مجمع میں آپ نے حضور انورؐ سے فرمایا تھا آج اس کی عملی تفسیر ساری دنیا نے دیکھ لی۔ کائنات کا ذرہ ذرہ علیؑ کی عظمت کی گواہی دے اٹھا اور رب کائنات نے وفور مسرت میں اپنے حبیب سے فرمایا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (اور لوگوں میں کون ہے وہ جو اپنی جان کو بیچ ڈالتا ہے اللہ کی مرضی کی تلاش میں اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے) آنحضرتؐ کی روانگی کے تین دن تک مولائے کائنات حسب حکم نبوی مکہ میں ٹھہرتے ہیں اور حضورؐ انور کی امانتیں لوگوں کے سپرد کرتے ہیں بعد ازاں کفار سے پوشیدہ مدینہ کا سفر پیادہ پا فرماتے ہیں۔ رات تاریک ہے، سفر پرخطر ہے لیکن شوق دل رہبر ہے جذب محبت محبوب کی جانب کشاں ہے قدم قدم پر کانٹے ہیں جن سے پائے مبارک چھلنی ہو گئے ہیں چھالے پڑ گئے ہیں لیکن اللہ کا پیارا اللہ کے حبیبؐ کا دلدادہ علیؑ نہ تو خار مغیلاں کی پروا کر رہا ہے نہ دشت پرخطر کا سناٹا عزم حیدری کو باز رکھ پا رہا ہے۔

نبی کریمؐ کی ہجرت کے پہلے سال مواخات قائم ہوتی ہے مہاجرین و انصار اور دیگر صحابہ کے درمیان بھائی چارگی کا رشتہ زبانِ رسالت قائم فرماتی ہے لیکن جب علیؑ کی باری آتی ہے تو علیؑ کی اخوت کسی غیر کے ساتھ گوارا نہیں بلکہ ارشاد ہوتا ہے اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو)

ہجرت نبوی کے دوسرے سال غزوہ بدر ہوتا ہے

حضرت ابوطالبؑ جو حضورؐ کے شفیق اور مخلص چچا ہیں، جو علیؑ جیسے قدسی صفت کے باپ ہیں اپنوں کے طعنے سنتے ہیں، بے گانوں کی جھڑکیاں سہتے ہیں، طرح طرح ایذا کا نشانہ بنتے ہیں مگر اپنے جگر کے ٹکڑے محمدؐ، روحی و قلبی فداہ کی اعانت و نصرت و حمایت میں سرگرم رہتے ہیں۔

جس میں حضورؐ کے جاں نثاروں کی کل تعداد تین سو تیرہ ہوتی ہے۔ اسلام کی اس پہلی جنگ میں سیاہ رنگ کا علم علیؑ کے ہاتھ میں ہوتا ہے وہ علیؑ جو ازل سے رفاقت خدمت کے لئے پیدا ہوئے ہیں جو پروانہ وار ہر وقت شمعِ رسالت پر نثار ہو جانے کو معراجِ حیات و ممات سمجھتے ہیں۔

غزوۂ بدر میں علیؑ کے دست و بازو نے جو اشاعت اسلام کا (SYMBOL) بن چکے تھے کفر و الحاد کے مستحکم قلعوں کو ریزہ ریزہ کر دیا سارے عالم پر علیؑ کی شجاعت کا سکہ بیٹھ گیا اور عرب کے بڑے بڑے سورما پکار اٹھے "فاطمہ بنت اسد کے بیٹے نے تم کو حد درجہ ذلت دی ہے حالانکہ وہ ابھی نوخیز ہے اس نے تمہاری قوم کو فنا کر دیا اس کی تلوار کی دھار نے کسی کو معاف نہیں کیا۔"

علیؑ نے اپنی ذات کو نبیؐ میں فنا کر دیا جس کی گواہی زبانِ رسالت نے دے دی اب خالق کائنات کا منشا و معاد ہے کہ اس نورِ مقدس کی کرنیں رہتی دنیا تک اندھے قلوب کو جلا بخشتی رہیں اور اندھی آنکھوں کو بینا کریں گل رسالت کی مہک سے تا ابد الآباد طبقاتِ ارضی و سماوی اپنے مشامِ جاں کو معطر رکھیں اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ یہ سلسلۃ الذہب تا ابد الآباد قائم و دائم رہے علیؑ پرتوِ انوار ایزدی ہیں جلوہ نمائے نورِ محمدیؐ ہیں اس نورِ مقدس سے ایسی کرنیں پھوٹ نکلیں جن کے سامنے ہزاروں آفتاب و مہتاب شرمندہ ہوں خوشبوئے مصطفےٰؐ سے فضا کا ایک ایک ذرہ مہک اٹھے اور شائقانِ جمالِ محمدیؐ کہہ اٹھیں۔

بادِ نسیم آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

حضورؐ انور عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ (علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے) فرما کر وجودِ امامت کو وجودِ رسالت میں ضم فرما چکے یہ سلسلۂ نور و ہدایت جو ابراہیمؑ کے گھرانے سے چل رہا ہے اب اس میں توریث کی ضرورت ہے علوم نبوت و اسرار و حکم رسالت کے مقدس سلسلہ کو رہتی دنیا تک قائم رہنا ہے، علیؑ کی سانسیں محمدؐ کی سانسوں میں مل چکی ہیں اسلام محمدی علیؑ کے لئے مقدر ہو چکا حضورؐ انور اب اپنے چہیتے علیؑ کو وہ نعمتِ عظمیٰ عطا فرماتے ہیں جو دنیا و عقبیٰ کی تمام دولتوں سے بڑھ کر ہے تاجدار امامت علیؑ کے تاج کو اس لعلِ بدخشاں سے مزین فرماتے ہیں جس کے لئے زبانِ رسالت مآب ارشاد فرماتی ہے فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّی (فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے)

رسول اکرم کی اس لاڈلی کے کئی پیغام آ چکے تھے لیکن فاطمہ (س) کا کفو شانِ رسالت کو علیؑ کے سوا اور کوئی نہ بھایا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

کہ علیؑ گر نمی شدے مخلوق
خود نمی داشت فاطمہؑ ہمسر

رسالت عصمت و امامت کو یکجا فرماتی ہے اور علیؑ کی شادی خاتونِ جنت فاطمہ زہرا صلوٰت اللہ علیہا کے ساتھ حضورؐ انور مطابق فرمانِ ایزدی فرما دیتے ہیں۔ سرورِ کائنات نکاح پڑھاتے ہیں بعدہٗ زبانِ رسالت اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ مُحَمَّدٍ وَ خَدِیْجَۃَ (اے اللہ ان دونوں کے مابین الفت قائم رکھ جس طرح تو نے محمدؐ اور خدیجہؑ کے درمیان الفت و محبت قائم رکھی) کی دعا فرماتی ہے بعد نکاح حصولِ برکت کے لئے اس پاک و مقدس جوڑے پر پانی چھڑکتے ہیں اور یہ دعا فرماتے ہیں "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھُمَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" (اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کی اور اس کی ذریت کے لئے شیطان رجیم سے) نکاح کے بعد تاجدارِ رسالتؐ اپنے جگر گوشہ کو ان الفاظ میں تہنیت پیش فرماتے ہیں۔

"اِنِّیْ زَوَّجْتُکِ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ اِسْلَامًا وَ اَعْلَمَھُمْ عِلْمًا وَ اَعْظَمَھُمْ حِلْمًا" (بے شک میں نے تمہاری شادی اس شخص کے ساتھ کر دی جو اسلام لانے میں سب سے مقدم ہے اور سب سے زائد علم رکھنے والا اور سب سے عظیم علم والا)

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد صحابہ کرام نے اپنے اپنے گھر مسجد سے ملحق کر رکھے تھے رسولؐ اکرم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ حرمت مسجد نبوی کی وجہ سے سب لوگوں کو دروازے بند کر دینے کا حکم دے دیجئے علاوہ علیؑ کے علیؑ جو نفسِ رسولؐ ہیں جو محافظ عصمت و نبوت ہیں وہ حالتِ جنب میں بھی مسجد میں آ سکتے ہیں۔ ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے "میری یہ مسجد ہر حائض مرد و عورت پر حرام ہے علاوہ میرے علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے" یہ اختصاص پنجتن پاکؑ ہی کے لئے کیوں؟ اس لئے ارشاد نبوی ہے "اِنَّھُمْ خُلِقُوْا مِنْ طِیْنَتِیْ" (یہ لوگ میری سرشت سے پیدا کئے گئے ہیں۔)

ہجرت نبوی کو تیسرا سال ہے۔ کفر جو اسلام کے ہاتھوں بدر میں شرمناک شکست کھا چکا ہے ایک بار پھر اپنی تمام تر طاغوتی طاقتوں کے ساتھ حق سے ٹکراتا ہے۔ نور و ظلمت کی اس جنگ کو "جنگ احد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ باوجود تعداد کی قلت کے مسلمان کفار کو بھگا دیتے ہیں اچانک عقب سے تیروں کا شدید حملہ ہوتا ہے حضور انور وحی و تلمی خداہ کا دندان مبارک شہید ہو جاتا ہے مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگتے ہیں لشکر کے علم بردار مصعب بن عمیر شہید ہو جاتے ہیں اب علم علیؑ کو عطا ہوتا ہے اور اسد اللہ الغالب سیدنا علیؑ ابن ابی طالبؑ شیر یزداں کی شکل میں کفر کی قوتوں پر بھرپور وار کرتے ہیں۔ داہنے ہاتھ میں زخم آ جاتا ہے تو بائیں ہاتھ میں علم لیتے ہیں اور حضورؐ انور سے "یہ دنیا و آخرت میں میرا علم بردار ہے" کی سند لے لیتے ہیں۔ کفار کے قدم اکھڑنے لگتے ہیں۔ اسی اثنا میں سرورِ کائناتؐ کا روئے انور علیؑ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تلاش روئے انور میں ہر طرف سرگرداں و پریشاں ہیں جب اپنے حبیبؐ کو نہیں پاتے تو لڑتے لڑتے کفار کے نرغہ میں سما جاتے ہیں۔

حضورؐ انور کے روئے مبارک پر نظر پڑتے ہی علیؑ کا غنچۂ آرزو کھل اٹھتا ہے اور جبینِ امامت خالقِ کائنات کے حضور میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے فرشتے عرشِ الٰہی سے صدائے لافتیٰ بلند کرتے ہیں سے

بجنگ احد چوں نبیؐ ماند تنہا

خدایش فرستاد "نادِ علیؑ" را

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں احد واقعہ "لا فتیٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار" لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ "نادِ علی" اسی معاملہ اور اسی معرکہ میں واقع ہوا۔ علماء و مشائخ اس عمل کو اپنا معمول بنائے رہے اور اعمال میں اس کے بڑے منافع ہیں شیخ محمد غوث گوالیاری کے وقت سے یہ آئی اور اس کے لئے اخذ اجازت کا دستور ہوا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے شیخ حدیث مولانا ابو طاہر مدنی سے اس کی اجازت لی "نادِ علی" یہ ہے:۔

نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا

لَكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ

سَيَنْجَلِي بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ بِوِلَايَتِكَ

يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ۔

ترجمہ:۔ پکارو علیؑ کو جو مظہر العجائب ہیں تم ہر قسم کی مصیبتوں میں ان کو اپنا مددگار پاؤ گے ہر قسم کے رنج و غم فوری طور پر دور ہو جائیں گے آپ کی نبوت کے طفیل اے محمدؐ اور آپ کی ولایت کے سبب اے علیؑ اے علیؑ اے علیؑ۔

غزوۂ خندق میں جب علیؑ کی موہنی صورت نبیؐ کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہوتے ہیں۔ "لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ" (اے میرے رب تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو وارثوں میں سب سے بہتر وارث ہے) اسی جنگ میں علیؑ سر پر زخم لئے ہوئے اس شان سے حضورؐ انور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ پورا بدن خون سے تر ہے چہرہ کی دلفریب مسکراہٹ جانثاری کی وہ داستان سناتی ہے کہ ایثار و جانثاری خود انگشت بدنداں ہیں علیؑ کی جانثاری پر "قتل علی لعمرو بن عبدود افضل من عبادۃ الثقلین" (علی کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا ثقلین کی عبادت سے افضل ہے) کی سند بارگاہ رسالت سے عطا ہوتی ہے بعد ازاں غزوہ بنی قریظہ اور غزوہ فدک میں بھی علیؑ کے دست و بازو شجاعت کے وہ جوہر دکھاتے ہیں کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ شیر خدا کی آواز میں پکار اٹھتا ہے۔ "هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ" (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا)

کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور رسولؐ کا محب بھی ہے اور محبوب بھی خدا اسی کے ہاتھوں قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا۔

اب قلعہ خیبر "خیبر شکن" کے ہاتھوں پاش پاش ہوتا ہے اور کفر کا یہ مضبوط قلعہ اسلام کی عظمت کے آگے سرنگوں ہوتا ہے خیبر کے رہنے والے اپنے مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعوں کے گھمنڈ میں اسلام کو چیلنج دے رہے ہیں کہ اگر ہمت ہے تو آؤ اور ہمیں فتح کرنا تو دور کی بات ہے ہم تک پہنچ کر ہی دکھاؤ۔ تاریخ اسلام کا یہ عظیم سپاہی جس کی ذات میں ہزاروں لشکر ایزدی پنہاں ہیں کفر کے اس متکبرانہ چیلنج کا جواب "يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ" (موت تم تک پہنچ ہی جائے گی خواہ تم کتنے ہی مضبوط قلعوں کے اندر کیوں نہ ہو) سے دیتا ہے۔ اکابرین صحابہ جاتے ہیں اور خیبر کے ناقابل تسخیر قلعہ کے آگے ناکام و نامراد لوٹتے ہیں اب باری آتی ہے اس شیر بیشہ شجاعت کی جس کی مردانگی کے آگے نہ صرف عجم بلکہ چہار دانگ عالم لرزہ براندام ہے۔ اللہ کا پیارا علیؑ رسولؐ کا چہیتا علیؑ آیۂ تطہیر کا مورد حقیقی علیؑ "السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ" کا تاجدار علیؑ شہسوار لافتیٰ تاجدار ہل اتیٰ شیر خدا مشکل کشا جس کے لئے زبان رسالت وفور شوق و طرب سے جھوم کر فرما رہی ہے "کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا و رسولؐ کا محب بھی ہے اور محبوب بھی خدا اسی کے ہاتھوں قلعہ خیبر کو فتح کرائیگا" ساری رات اسی فکر میں بسر ہوتی ہے کہ اس شرف عظیم کا تاج کس کے سر پر رکھا جاتا ہے یہ خلعت فاخرہ کسے عطا ہوتی ہے۔ ہر دل بے چین ہے اور ہر نفس مشتاق، اس لئے کہ علیؑ جو ہمیشہ ہر نازک وقت پر ہر خطرناک موقع پر اسلام کی دفاع کے لئے چٹان بن جاتے او وہ شدید علیل ہیں آشوب چشم کا شکار ہیں۔ اسی کشش و پنج میں رات کی مہیب تاریکیوں سے نور سحر نمودار ہوتی ہے اور حبیب خداؐ اپنے حبیب کو طلب فرماتے ہیں۔ آشوب چشم لعاب دہن اقدس کے طفیل یوں زائل ہوتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے نور معرفت کی آماجگاہ بن کر رہ جاتا ہے۔ دست مصطفوی سے علم بلند ہوتا ہے اور بازوئے حیدری اس علم کی محافظت کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے امین و محافظ بن جاتے ہیں۔ قلعہ کا آہنی دروازہ قوت ایزدی سے اکھاڑ لیتے ہیں اور اس دروازہ کو خندق پر پل کی طرح رکھ دیتے ہیں جس سے مسلمانوں کی رسائی قلعہ تک ہو جاتی ہے فتح خیبر کے بعد فتح و ظفر کا تاج پہنے جب رسولؐ کا چہیتا رسولؐ کی بارگاہ میں آتا ہے تو علیؑ کے لئے آغوش نبوت وا ہوتی ہے اور زبان نبوت فرماتی ہے "تمہاری ہمت کا کیا کہنا خدا کے یہاں تمہاری سعی مشکور ہوئی اللہ تم سے خوش اور اس کا رسولؐ تم سے راضی اور تمام ملائکہ مقربین تم کو آفریں کہہ رہے ہیں۔ محافظ رسالت امین نبوت علیؑ یہ سن کر فرط مسرت سے رو دیتے ہیں۔

۸ھ میں فتح مکہ ہوتا ہے اور مولود کعبہ کی

تطہیر کر کے کعبہ کی عظمت کو بتوں کی آلودگی سے پاک کرتا ہے اور تین سو ساٹھ بت دستِ حیدری سے چور چور ہو جاتے ہیں آنحضرتؐ کی زبان مبارک بار بار آیۂ کریمہ کی تلاوت میں مصروف ہے "جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" (حق آگیا اور باطل مٹ گیا یقیناً باطل مٹنے والا تھا ہی۔ سب سے بڑا بت باقی رہ جاتا ہے جس کے لئے علیؑ کو راکب دوش نبیؐ ہونے کا اعزاز عطا ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ اپنے شانۂ اقدس پر علیؑ کو بلند فرماتے ہیں اور دوش نبوت پر امامت کا عروج اہل فلک دیکھ لیتے ہیں ھوالعلی الاعلیٰ کی صدائیں ہر طرف سے بلند ہیں۔ خود مولائے کائنات فرماتے ہیں "جب مجھے دوش رسالت پر صعود کا شرف حاصل ہوا تو محسوس ہوتا تھا کہ میں فلک کی بلندیوں کو چھو رہا ہوں۔

حضرت امام شافعی محبت میں بے خود ہو کر کیا خوب فرماتے ہیں۔

لوان المرتضیٰ بدا محلہٗ

لکان الخلق طرّاً سجداً لہٗ

کفانی فضل مولٰنا علی

وقوع الشک فیہ انہ اللہ

ومات الشافعی ولیس یدری

علیٌ ربّہٗ ام ربّہٗ اللہ

(اگر علی مرتضیٰ لوگوں کے سامنے اپنا منصب بیان فرمادیں تو لوگ حقیقتاً اُن کو سجدہ کرنے لگیں ہمارے مولا علیؑ کی فضیلت کے لئے بس اتنا ہی کہہ دینا ہی کافی ہے اُن پر اللہ ہونے کا شک کیا شافعی مرتے دم تک یہ نہ سمجھ سکا کہ اس کا رب کون ہے۔ اس کا رب علیؑ ہے یا اللہ اس کا رب ہے) سچ ہے

خاصانِ خدا خدا نہ باشند

• لیکن زخدا جدا نہ باشند

جب خاصانِ خدا و اولیاء امت کا یہ حال ہے کہ انہیں اس قدر فنائیت تامہ حاصل ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ میں اس طرح جذب ہیں کہ انہیں اپنے بیرون سے بو ...ئے دوست آتی ہے اور ان کی حیات اس آیۂ کریمہ کی تفسیر ہو کر رہ گئی ہے ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔ تو اس ذات مقدس کا کیا پوچھنا قدوسیت کی گواہی قرآن پاک نے دی نبیؐ برحق نے دی ملائکہ مقربین نے دی انبیاء و مرسلین نے دی چونکہ مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تمام خاصانِ خدا کے رہبر و پیشوا ہیں اور بغیر آپ کی محبت اور توّلا کے کوئی بھی راہ سلوک طے نہیں کر سکتا تمام سلاسل روحانی آپ ہی کے چشمہ فیض سے جاری و ساری ہیں تمام اولیاء و صلحا و اتقیا آپ کی ہی آتش پر زندہ ہیں جملہ صوفیان باصفا عتبۂ مرتضوی پر جبین نیاز خم کئے ہوئے ہیں لہٰذا آپ کی ذات مبارکہ تفسیر ہے "من نیم یار دست از سر تا قدم" کی اپنے دست مبارک سے بنائے سجائے اور سنوارے علیؑ کو جب حضور سرورِ کائناتؐ نے دیکھا تو فخر و مسرت سے فرمادیا "علیٌّ ممسوسٌ فی ذاتِ اللہِ تعالیٰ" یعنی علی اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہے) یہ قول اس امین و صادق کا ہے جسے کفار بھی صادق گردانتے تھے اس امین کا جس کی امانت و دیانت کے دشمن بھی معترف تھے ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت مولائے کائنات صفات الوہیت کے مظہر تھے اور اس آئینہ میں آئینہ ساز کے رخسار کی دمک تھی حضور سرور کائنات اپنے علیؑ کو اپنے چہیتے علیؑ کو نہ صرف یہ کہ صفات الوہیت کا مظہر قرار دے رہے ہیں بلکہ ذات احدیت میں ان کے جذب کامل کی گواہی دے رہے ہیں تب ہی تو زبان معجز بیان رسالت فرماتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَيْثُ دَارَ عَلِيٌّ (اے اللہ حق کو اسی طرف گھما دے جس طرف علیؑ گھومیں) یعنی علیؑ کے حق کی طرف گھومنے کی دعا نہیں بلکہ حق اسی طرف گھوم جائے جدھر علیؑ کا روئے انور ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرتے دم تک شافعی یہ نہ سمجھ سکا کہ اس کا رب کون ہے "علی" یا "اللہ" اس میں رب کا لفظ بہت خوب ہے رب یعنی پرورش کرنے والا اور راہِ سلوک پر چلنے والا کون ایسا ہے جس کی پرورش علیؑ کے ہاتھوں سے نہ ہوئی ہو جس کی تربیت روحانی مولیٰ نے اپنے کرم خاص سے نہ فرمائی ہو جس کی خالی جھولی کو علیؑ نے لعل و جواہر سے نہ بھرا ہو لہٰذا اگر کوئی صاحب حال صوفی باصفا مولائے کائنات کے حضور میں اَنْتَ رَبِّيْ اَنْتَ حَسْبِيْ کا نعرہ بلند کرتا ہے تو خدارا بتایئے کہ یہ شرک ہے یا عین توحید۔

بیعتِ طریقت میں جب ہم مرشد کامل کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو وہ ہم سے اقرار کرتا ہے یہ ہاتھ ہمارا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؑ کا اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ "سچ ہے" پھر ارشاد ہوتا ہے۔ "یہ ہاتھ ہمارا رسالت پناہ محمد مصطفیٰؐ کا" ہم تصدیق کرتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے یہ ہاتھ ہمارا اللہ کا اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ "سچ ہے" ہمارا یہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب دراصل اقرار اور اطاعت ہے امر خداوندی اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (بے شک میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار زبانی بلکہ تصدیق بالقلب بھی ناقص ہے جب تک کہ محمد رسول اللہ کو شامل ایمان نہ کیا جائے اور محمد رسول اللہ کا شمول ممکن ہی نہیں جب تک کہ تولائے علیؑ نہ ہو فرمایا حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات نے "میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں وہ نور اللہ عزوجل کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا تھا تخلیق آدم سے چودہ ہزار سال قبل جب اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا تو وہ نور ان کے صلب میں رکھا چنانچہ میں اور علیؑ ایک رہے یہاں تک کہ عبد المطلب کے صلب میں ہم الگ کر دیئے گئے مجھے نبوت عطا فرمائی اور علیؑ کو امامت۔"

حضرت خداوند نعمت مولٰنا حافظ شاہ علی حیدر قلندرؒ اپنی تصنیف "نفائس السنن فی فضائل سیدنا ابی الحسنؑ" میں فرماتے ہیں۔ ولایت ولی سے مشتق ہے ولی اس کو کہتے ہیں جو ذات و صفات الٰہی کو اپنے امکان بھر جانتا ہو شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو چونکہ ذکر سب سے بڑی عبادت ہے اولیاء اللہ کے جمال باکمال کا مشاہدہ اس نعمت کے

حصول کا موجب ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کی زیارت عبادت الٰہی ہے۔ حدیث نبوی اَلنَّظَرُ عَلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے) میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس مضمون کی کسی حدیث کا کسی اور صحابی کی شان میں وارد نہ ہونا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ بعد آنحضرتؐ حضرت علیؑ ہی منصب ولایت پر فائز ہوئے۔ حدیث ولایت مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اور حدیث موالات ان اللہ عَزَّوَجَلَّ مَوْلَای وَاَنَا وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِہٖ عَلِیٍّ وَقَالَ مَنْ کُنْتُ وَلِیُّہٗ فَھٰذَا وَلِیُّہٗ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ (بے شک اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں ولی یہ بھی اس کا ولی، اے اللہ اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ) بھی اسی شرف پر دلالت کرتی ہیں۔ رسائل ائمۃ الہدیٰ میں ہے کہ نبوت اعلیٰ ترین مراتب قرب الٰہی کا نام ہے اور نبی منجانب اللہ عالم خلق و عالم امر دونوں کی اصلاح پر مامور ہوتا ہے اصلاح عالم خلق اصالتاً نبی پر ختم ہو جاتی ہے اور ولایت علیٰ حالہٖ جاری رہتی ہے چنانچہ حضرت علیؑ سے عالم امر کی اصلاح نہایت اکمل طریقہ سے ہوئی ایسا کہ آپ ہی فائز مرتبۂ ولایت ہوئے اور تمام صحابہ ولایت میں آپ کے تابع ہوئے اور قیامت تک کیلئے حصول ولایت آپکے اتباع پر مربوط رکھا گیا اولیاء امت آپکی سرکار سے وابستہ اور آپکے خوان فیض کے محتاج قرار دیئے گئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں "حضرت علیؑ کا زمانہ ابتدائی دور ولایت ہوا آپ چونکہ پرتو اور صورت کمال علی آنحضرتؐ کے تھے لہٰذا شیوخ طریقت و اصحاب معرفت و حقیقت نے آپ کو فاتح باب ولایت محمدیہ و خاتم ولایت مطلقہ انبیاء لکھا ہے اسی سبب سے اولیاء اللہ کے تمام سلاسل آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں آپ کو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت مثل پیروں اور مرشدوں کے مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو آپ سے وابستہ جانتی ہے۔"

بے شک اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے۔

اے بحر عجائب و غرائب مددے
اے شاہ مشارق و مغارب مددے
عمر یست کہ گم شدہ ام راہ طلب
اے باب مدینۂ مطالب مددے

اکابرین کا قول ہے کہ خلافت دو طرح کی ہے ایک خلافت کبریٰ دوسری خلافت صغریٰ۔ خلافت کبریٰ سے مراد خلافت باطنی ہے جسے خلافت روحانی کہا جاتا ہے تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ خلافت کبریٰ بعد حضور انور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عطا ہوئی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں "معراج کی رات سرور کائنات نے ایک نورانی کمرہ دیکھا جو مقفل تھا جبرئیلؑ سے پوچھا کہ میں اس کمرہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں انھوں نے عرض کیا یا سید المرسلینؐ! بغیر اللہ کی اجازت کے ایسا نہیں ہو سکتا حضورؐ نے خواہش فرمائی اور اجازت ملنے پر جبرئیل نے دروازہ کھولا اس میں ایک نورانی صندوق دیکھا جو مقفل تھا اس صندوق کے اندر ایک خرقہ تھا۔ حضور انور نے عرض کیا یا اللہ کیا یہ خرقہ میرا ہے۔ حکم ہوا کہ اے محمدؐ اسے پہن لیجئے یہ آپ ہی کے لئے تھا اور اسے ہزاروں پیغمبروں میں سے کسی کو نہ دیا تھا حضورؐ نے خرقہ کو ذوق و شوق کے عالم میں پہن لیا اور روح الامین نے آپ کو مبارکباد دی۔ حضورؐ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا یا اللہ یہ خرقہ میرے لیے مخصوص ہے یا میری امت میں سے کوئی اور بھی اس کا حقدار ہے حکم ہوا کہ آپ کے ساتھیوں میں سے جو بھی عیب پوشی اختیار کرے گا یہ خرقہ اسے عطا کر دیجئے گا جب حضورؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو صحابۂ کرام کو طلب فرمایا اور فرمایا آج رات مجھے یہ خرقہ عطا ہوا ہے لیکن اس کا ملنا مشروط ہے جو خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق جواب دے گا اسی کو یہ خرقہ ملے گا۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر کھڑے ہوئے اور حضورؐ نے پوچھا اگر تم کو یہ خرقہ عطا ہو تو تم کیا کرو گے؟ انھوں نے عرض کیا "سچائی اختیار کروں گا" آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ" اس کے بعد حضرت عثمانؓ اٹھے حضورؐ نے فرمایا "اگر تم کو میں یہ خرقہ دے دوں تو تم کونسی صفت اختیار کرو گے؟" انھوں نے عرض کیا "حیا اختیار کروں گا اور عبادت الٰہی کروں گا" حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ" آپ کے بعد حضرت عمرؓ حاضر ہوئے حضورؐ نے فرمایا۔ "اے عمر اگر تم کو یہ خرقہ عطا ہو تو تم کیا کرو گے؟" انھوں نے عرض کیا "عدل اختیار کروں گا" حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آخر میں امیر المومنین حضرت علیؑ اٹھے حضورؐ نے فرمایا "اے علیؑ اگر تم کو خرقہ عطا ہو تو تم کیا کرو گے؟" آپ نے عرض کیا "یا صاحب قاب قوسین بندگان خدا کی عیب پوشی کو اپنا شعار بنالوں گا" حضورؐ نے فرمایا "اسے پہن لو تم ہی اس کے حقدار ہو" امیر المومنینؑ نے اسے زیب تن فرمایا اور تمام صحابہ نے آپ کو مبارکباد دی۔ اسی سبب مشائخ کا خرقۂ بیعت بواسطۂ امیر المومنینؑ خاتم النبیینؐ تک پہنچا ہے اور جس طرح نبوت کا کمال آنحضرتؐ پر ختم ہو گیا اسی طرح ولایت کا کمال علی مرتضیٰ کی ذات گرامی پر اختتام پذیر ہوا۔

"حدیث خرقہ" کو تمام مشائخ نے مثلاً حضرت نظام الدین اولیاء، مولانا سید محمد مبارک علوی کرمانی، شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم عثمانی، شیخ محمد اکرم صابری، حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی، مولانا شیخ عبدالرحمٰن چشتی، شیخ نصیرالدین محمود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

غزوۂ حنین، غزوۂ طائف و غزوۂ تبوک سب علیؑ کی شجاعت کی داستانیں قیامت تک دہراتے رہیں گے۔ غزوۂ تبوک میں ہی "انتَ منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ ولکن لا نبی بعدی" (تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کیلئے ہارون لیکن میرے بعد نبوت نہیں ہے) کی خلعت فاخرہ سے علیؑ کو مزین فرمایا جاتا ہے۔ علیؑ کے فضل و کمال پر فضل و کمال خود انگشت بدنداں ہیں۔

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست
کہ تر کنی سر انگشت و صفحہ بشماری

اسلام کی تاریخ میں ۱۰ھ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی سال تکمیل دین محمدیؐ کا بھی ہے اور انعام الٰہی کے اتمام کا بھی۔

حضور انورؐ حج کا قصد فرماتے ہیں یہ حضورؐ کا آخری حج ہے۔ حج سے فارغ ہوتے ہیں اور جب مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں تو خم غدیر کے مقام پر ارشاد ہوتا ہے "یاایھا الرّسول بلّغ ما انزل الیک" (اے رسولؐ لوگوں تک وہ بات پہنچا دیجئے جو اللہ نے آپ پر نازل فرمائی ہے) خم غدیر کے مقام پر اٹھارہ ذی الحج کو قیام فرماتے ہیں اور بعد نماز ظہر ایک مجمع عظیم کو خم کے میدان میں حضور انورؐ جمع فرماتے ہیں اور بقول امام احمد بن حنبل "علی مرتضیٰؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرماتے ہیں۔ لوگو کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ مجھے اپنی جان سے زائد عزیز رکھیں؟ سب نے کہا ایسا ہی ہے پھر فرمایا "خداوندا جس کا میں مولا علیؑ بھی اس کے مولا جو علیؑ کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ" حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: اے ابو طالبؑ کے بیٹے تم کو مبارک ہو کہ تم تمام مسلمانوں کے مولا ہوئے"۔

میں جرعہ نوش بادۂ خم غدیر ہوں
مست شراب عشق جناب امیر ہوں
نامہ سیاہ پر گنہ ہے تو سہی
مداح اہلبیتِ بشیر و نذیر ہوں

لفظ "علیہ السلام" بھی صحابۂ کرام میں صرف حضرت علیؑ اور آپ کی آل مقدس کے لئے نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر عظیم و متابعت خدا و رسولؐ ہے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو سلام فرماتا ہے تو یہ یقیناً نہایت اعلیٰ اعزاز و اکرام ہے اگر رسولؐ اکرمؐ روحی و قلبی فداہ کسی کو سلام فرماتے ہیں تو بھی یقیناً یہ بہت بڑا انعام ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں "سلام علیٰ موسیٰؑ و ہارونؑ" آیا ہے اب حضور انورؐ کے اس فرمان مبارک پر نظر ڈالیے "اے علیؑ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ" حضور انورؐ کے اس ارشاد سے بخوبی واضح ہے کہ رب کریم کی طرف سے سلام کا اعزاز موسیٰؑ و ہارونؑ کو ہے اور محمدؐ و علیؑ کو یہ سلام اس نور مقدس کو ہے جس کے لئے ارشاد ہے۔ اللہ نور السّمٰوٰتِ والارض جس کیلئے ارشاد ہے انا و علی من نور واحد۔

سورۂ والصافات میں ہے "سلامٌ علیٰ آل یٰسین" مفسرین نے اسے آل یاسین دونوں طرح پڑھا ہے اور دونوں قراتوں کو بالیقین کلام الٰہی مانا ہے دونوں کو سبعہ اور متواترہ مانا ہے جن کے انکار کو کفر کہا ہے۔ مفسروں کے امام حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی "سلامٌ علیٰ آل یٰس" ہی فرمایا ہے آل یٰس سے مراد آل محمدؐ یعنی علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ ہیں قرآت کے ساتوں اماموں نے مفسروں کے سرتاج حضرت عبداللہ بن عباس کی اس تفسیر کی تصدیق فرمائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محدثین و ائمہ نے ان حضرات کے نام نامی کے ساتھ لفظ "علیہ السلام" استعمال فرمایا ہے۔ جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تو حضور انورؐ نو ماہ تک مسلسل روزانہ بعد نماز فجر حضرت علیؑ کے گھر پر تشریف لا کر فرماتے "السلام علیکم یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (تم پر سلام ہو اے اہل بیت بیشک اللہ چاہتا ہے اہلبیت سے نجاست کو دور فرما دے اور تم کو خوب پاک و صاف بنادے)

حضور انورؐ کا عمل وہ بھی ایک دو بار نہیں بلکہ د رمتواتر بار بار بروصحابۂ کرام اس حقیقت کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ اہل بیت رسولؐ کے لئے سلام کا اعزاز بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے بارگاہ رسالت سے عطا ہوا ہے اور حضور انورؐ کے وفادار امتی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی حضورؐ کے ان بے حد چہیتوں پر درود و سلام بھیجیں جب ان کا اسم مقدس آئے تو اس پر "علیہ السلام" کہیں کیونکہ علیہ السلام کی سند ان حضرات کو بارگاہ ایزدی اور بارگاہ مصطفوی سے عطا ہوئی ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ، ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت سعد، حضرت سہل بن سعد، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت حذیفہ اجمعین ان سب حضرات نے ان مقدس ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ صحیح بخاری میں آل یٰس کے نام کے ساتھ بیس سے زائد مرتبہ "سلام" کا لفظ استعمال ہوا ہے اسی طرح صحیح مسلم اور احادیث کی معتبر کتابوں میں جگہ جگہ "علی علیہ السلام" فاطمہ علیہا السلام" "حسن علیہ السلام" اور "حسین علیہ السلام" کی سند ملتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بکثرت ائمہ کرام اور علمائے حقانیین متقدمین اور متاخرین نے جن میں حضرت امام اعظم، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شامل ہیں حضرات اہل بیت کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس مختصر مقالہ میں تفصیل کا محل نہیں۔ مزید تفصیل کے لئے کتب احادیث کا مطالعہ فرمایئے۔

تقاضا ہے محبت کا ترانہ ہے محبت کا
سلام باادب یٰس پر اور آل یٰس پر

انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی یاایھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔

حوالے:

۱۔ حاکم، بیہقی ۲۔ مسند امام احمد بن حنبل، تفسیر معالم التنزیل، تاریخ طبری۔

۳۔ ترمذی شریف، سیرت ابن ہشام، تفسیر ثعلبی۔

۴۔ حاکم و بیہقی۔ ۵۔ مستدرک حاکم، کنز العمال۔

ہم امام کی شناخت کی کوشش کیوں کریں؟

فکری رشد و بلوغ تک پہونچنے کے بعد انسان کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات ابھرنے لگتے ہیں اور جب تک ان سوالوں کا کوئی مناسب اور اطمینان بخش جواب نہیں مل جاتا اس کا ذہن کاوش و جستجو میں لگا رہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب فکر تلاش و جستجو میں سرگرم ہوتی ہے تو حقیقت تک رسائی حاصل کئے بغیر اس کو سکون نہیں ملتا۔

جو سوالات انسان کے ذہن میں خود بخود پیدا ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اس کائنات کا خالق و منتظم و مالک کون ہے؟

۲۔ حیات و زندگی باطل و ناامید کرنے والی ہے یا حق پر مبنی اور بقا و کمال بشریت کی راہ پر گامزن ہے؟

۳۔ خداوند عالم نے انسان کو اس کی جملہ ضروریات کے سلسلے میں کس طرح ہدایت و رہنمائی کی ہے آیا اس نے فقط عقلی اور فکری ہدایات پر ہی اکتفا کی ہے یا اس کے علاوہ ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ان کے درمیان اخلاقی، اعتقادی اور عملی منصوبوں کے حامل پیغمبر بھی بھیجے ہیں؟

۴۔ کیا بشریت کی قیادت و رہنمائی کے لئے پیغمبرؐ کے بعد بھی کچھ لوگوں کو معین کیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو معین شدہ لوگ کون ہیں؟

مذکورہ سوالات کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ ان کی طرف متوجہ کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ انسان کے ذہن میں خود بخود پیدا ہوتے ہیں۔

پس ان سوالات کی روشنی میں امام کی شناخت ایک لازمی امر ہے کیونکہ ہر شخص کے دل میں یہ احتمال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کائنات کے خالق و مالک نے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ہی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی کا تعین ضرور کیا ہوگا اور اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہوگا۔

> کائنات کے خالق و مالک نے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ہی نوعِ انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی کا تعین ضرور کیا ہوگا اور اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہوگا۔

اس احتمال کے بموجب عقل کا تقاضہ ہے کہ ہم لوگ اس موضوع پر باقاعدہ غور و فکر کریں اور اس شخصیت کی شناخت کی بھرپور کوشش کریں جس کو پیغمبر کے بعد دنیائے بشریت کا قائد و رہبر قرار دیا گیا ہے کیونکہ اگر ہم لوگوں نے اس کام میں کوتاہی کی اور ایسے شخص یا اشخاص موجود رہے اور ہم نے ان کو نہیں پہچانا تو اس سلسلے میں بارگاہ خداوندی میں ہمارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ پس عقلی اور وجدانی اعتبار سے ہم لوگوں کا یہ فریضہ ہے کہ اس سلسلے میں باقاعدہ کوشش کریں اور حقیقت سے غافل و بیگانہ نہ رہیں واضح رہے کہ یہی وہ دلیل ہے جس کی بنیاد پر خدا، توحید اور نبوت کی شناخت و معرفت بھی لازمی ہے۔

معرفت امام کی ضرورت کی دوسری دلیل

پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد نبوت اور نزول وحی کا خاتمہ ہو گیا اور ارشاد خداوندی کے بموجب ان کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا پیغمبر آنے والا نہیں ہے اور کسی پر وحی نازل ہونے والی نہیں ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ کے بعد امت اسلامیہ ایسے آدمی کے وجود سے بے نیاز نہیں ہوئی جو لوگوں کو دینی معارف و اعتقادات سے آگاہ کرے، قرآن مجید کی شرح و

تفسیر بتائے اور روئے زمین پر الٰہی حکومت کی تشکیل کرے بلکہ وہ ہمیشہ ایک ایسے شخص کی محتاج ہے جو سلسلۂ نبوت کے خاتمہ کے بعد پیغمبرؐ کے مشن کو جاری رکھے اور امت کی ہدایت و رہنمائی کے فرائض انجام دے۔

واضح رہے کہ وسیع علم و آگاہی اور گناہ سے دوری و علیحدگی کے بغیر اس اہم فریضہ کی ادائیگی قطعی ممکن نہیں ہے اور اسی طرح ان تمام صفات سے مالا مال شخصیت کی شناخت بھی ایک امر محال و بعید از امکان ہے بلکہ زیادہ واضح انداز میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ فقط وحی الٰہی کی روشنی میں ہی یہ کام انجام دیا جا سکتا ہے۔

اے ایمان لانے والو! اپنے اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے رسول اور "اولی الامر" کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔

تیسری دلیل:

امام کی شناخت و معرفت کے لازمی ہونے کے سلسلے میں مذکورہ بالا دو دلیلوں کے علاوہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بھی اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ ایک لازمی فریضہ ہے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

یاایھاالذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

یعنی اے ایمان لانے والو! اپنے اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے رسول اور "اولی الامر" کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔

واضح رہے کہ مذکورہ آیہ مبارکہ کی روشنی میں "اولی الامر" کی اطاعت واجب ہے اور یہ کام اس کی شناخت و معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

احادیث و روایات میں بھی پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ"۔

یعنی جو شخص اپنے امام کی شناخت و معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اس روایت کو مندرجہ ذیل عبارت میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

"من مات ولم یکن فی عنقہ بیعۃ امام مات میتۃ جاھلیۃ"۔

یعنی جو شخص امام برحق کی بیعت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

ایک غور طلب بات:

شیعہ اور سنی بھائیوں کے درمیان بہت سی چیزیں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگرچہ ان دو جماعتوں کے درمیان بعض عقیدتی اور فقہی مسائل میں اختلاف رائے پائی جاتی ہے لیکن ان کا یہ اختلاف خود اہلسنت کے دو گروہ مثلاً معتزلی و اشعری یا حنفی و شافعی کے درمیان موجودہ اختلافات سے زیادہ نہیں ہے۔ پس جب اہلسنت کے دو یا کئی گروہوں کے درمیان بعض اختلافات کا وجود باہمی جھگڑے کا سبب نہیں ہے اور دونوں جماعت کے لوگ باہمی اخوت و برادری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک ہی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتے ہیں تو پھر سنی اور شیعہ جماعتوں کے درمیان موجود فرق کو باہمی اختلاف اور لڑائی جھگڑے کا باعث کیوں بنایا جائے بلکہ ہونا تو یہ چاہیئے کہ دونوں جماعت والے پرخلوص برادرانہ زندگی بسر کریں اور ہر معاملہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا کریں اور منصفانہ و خدا پسندانہ بحث و گفتگو کے ذریعہ دھیرے دھیرے اختلافات کو کم کرتے ہوئے باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں اور حق و حقیقت کی پیروی کرنے لگیں۔

غدیر اور صوفیا

از خواجہ حسن ثانی نظامی

صوفیوں کے سب سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتے ہیں، صرف نقشبندیہ جدیدی کی ایک شاخ اپنی نسبت حضرت ابو بکرؓ کے ذریعہ اپنی نسبت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچاتی ہے۔ مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ اس شجرے میں حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کا نام آتا ہے۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ان کا شمار شیعیان علیؑ میں ہے۔ نیز وہ صحابی رسولؐ اور براہ راست رسولؐ سے فیض یافتہ ہیں۔ اس لئے ان کا کسی اور صحابی سے فیض حاصل کرنا محل نظر ہے۔ باقی سلسلوں میں جو چار پیر چودہ خانوادوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ہر نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتی ہے اور صوفیا کا عقیدہ ہے کہ اہل سلسلہ میں جس کو حضرت علیؑ نے یہ سند عطا نہ فرمائی ہو کہ اس نے دین کو پوری طرح سیکھ لیا ہے اور وہ دین کو سکھا بھی سکتا ہے، اس کو تبلیغ دین کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور اس کی پیروی دین کے کسی معاملے میں درست نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کے اجازت یافتگان نے جن لوگوں کو سند عطا فرمائی اور پھر ان سند یافتگان سے سلسلہ بہ سلسلہ جن لوگوں کو سند ملی دراصل وہی دین کے معاملات میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اور انہی کی پیروی سب پر واجب ہے۔ آج کل بھی کسی دینی رہنما کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ اس کے پاس سلسلہ بہ سلسلہ باب العلم سے سند پہنچی ہو۔

صوفیا جن چار بزرگوں کو پیر قرار دیتے ہیں۔ ان میں حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام۔ حضرت خواجہ کمیل ابن زیادؒ اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ شامل ہیں۔ یہ چاروں حضرت علیؑ کے فیض یافتہ اور سند یافتہ ہیں۔ اور انہوں نے جن چودہ بزرگوں کو سند دی ان سے چودہ خانوادہ قائم ہوگے۔ چار پیروں میں اول الذکر دونوں پیران یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام تک جن سلسلوں کی سند متصل پہنچتی ہے وہ سلسلۃ الذہب یعنی گولڈن چین کہلاتے ہیں۔

صوفیا کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک سند کا سلسلہ قائم کرنا اس وجہ سے بھی ہے کہ عملاً یہ سندیں ان تک پہنچی ہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک جس طرح سند تھی اور شارع انہی کی ذات مبارک کو سمجھا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح غدیر کے اعلان کے بعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت علیؑ کی ذات والاصفات دین کا مرجع بن گئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی وقتاً فوقتاً رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر ظاہر فرماتے رہے۔ جن میں ہجرت کے وقت حضرت علیؑ کو مکہ میں اپنا قائم مقام بنانا اور جنگ تبوک کے وقت مدینے میں متعین فرمانا۔ بہت ہی نمایاں ہیں۔ لیکن غدیر کا اعلان ایک ایسا اعلان ہے جس نے حکم کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اس لئے صوفیا تمام دینی معاملات

(باقی ص ۲۹ پر)

چودہ سو برس سے صوفیا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مبارک کو اپنا آقا اور مولا بنا رکھا ہے۔ اور وہ رات دن اپنے مولا کے فیوض و برکات کو عام کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

غدیر

اسلام کی ایک اہم عید

یوم غدیر، تاریخ اسلام کا سب سے اہم دن ہے۔ یہ وہ دن ہے جب خداوند کریم نے مسلمانوں پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دی۔ احکام دین کامل و استوار ہو گئے۔ ہدایت کے رسالتی سلسلہ کو امامت سے متصل کر دیا گیا۔ بندگی کی راہ میں گامزن امت کو ولایت کی سرپرستی عطا ہوئی۔ مسلمانوں کا آئندہ رہبر معین کیا گیا اور فرزند کعبہ امامت پر جلوہ افروز ہوا۔

یوں تو پیغمبر اسلام مختلف موقعوں پر امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی امامت و خلافت کا ذکر اہل اسلام کی بزم میں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن درحقیقت باقاعدہ طور سے اس کا عمومی اعلان ضروری تھا۔ مسلمانوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا اور وہ اسلامی سرزمین میں پھیلتے جا رہے تھے، چنانچہ اپنی رسالت کے آخری سال میں آنحضرتؐ نے عمومی حج کا اعلان فرما دیا۔ ایسے تاریخ ساز امر کے اظہار و ابلاغ کے لئے حج کے مجمع سے بہتر اور کون سا مجمع ہو سکتا تھا۔ خود پیغمبر اسلام نے مکہ سے ہجرت کے بعد سے اب تک کوئی حج ادا نہیں فرمایا تھا کیونکہ اب تک مکہ، کفار و مشرکین کے زیر اثر تھا لیکن اب جبکہ جزیرۃ العرب کے اطراف و اکناف میں بھی کلمہ توحید کی آواز بلند تھی اور زمین کا ایک بڑا حصہ پرچم اسلام کی ہواؤں سے سرشار تھا، لہٰذا عمومی حج کے لئے یہ ایک بہترین موقع تھا۔

اس عمومی حج کا اعلان اسلامی مملکت میں ہر طرف منتشر کر دیا گیا۔ بھلا پیغمبرؐ کی رکاب میں حج کی سعادت سے کون محروم رہتا۔ لوگ جوق در جوق پیادہ و سوار حضرتؐ کے ہمراہ ہو گئے۔ مورخین کے مطابق ایک لاکھ چند ہزار افراد نے آنحضرتؐ کے ہمراہ مکہ کی طرف کوچ کیا۔ بعد میں آکر اس قافلہ سے ملنے والوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔

یہ حج، حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ اسی حج میں رسول اکرمؐ نے اپنی امت سے وداع کہی۔ یا پھر اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حج پیغمبرؐ اسلام کا آخری حج تھا۔

غدیر کا واقعہ :

پیغمبرؐ اسلام حجاج کے اس انبوہ کثیر کے ساتھ مکہ سے واپس ہوتے ہوئے اٹھارہ ذی الحجہ کو غدیر خم کے علاقہ میں پہنچے۔ غدیر ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں بارش کا پانی اکٹھا ہو جاتا ہے۔ اس تپتے ہوئے صحرا میں ایسی جگہیں بہت اہم ہوا کرتی ہیں۔ اس زمانہ میں اس مقام کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہیں سے قافلے مختلف سمتوں میں منتشر ہوا کرتے تھے۔ جب رسول اسلامؐ اس مقام پر پہنچے تو خداوند عالم کی جانب سے ولایت کی تبلیغ کرنے کا حکم پوری تاکید و تہدید کے ساتھ نازل ہوا۔ امین وحی، خدا کا یہ عظیم پیغام لے کر نازل ہوئے۔

"یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس"

(سورہ مائدہ آیت ۶۷)

اے پیغمبر خداؐ جو حکم آپ پر خدا کی طرف سے نازل ہو چکا ہے اس کی تبلیغ کر دیجئے اور اگر آپ نے یہ عمل انجام نہ دیا تو گویا رسالت کی تبلیغ نہ کی اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

آیت کریمہ میں تبلیغ کے اس حکم سے مراد جملہ تعلیمات اسلام کی تبلیغ ہرگز نہیں، ورنہ شدید تہدید کا جملہ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ اگر ہم اسے رسالت کی تبلیغ کا حکم مانیں تو شرط و جزا میں کوئی فرق ہی باقی نہ رہے گا اور اس طرح آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے پیغمبر! آپ رسالت کی تبلیغ کیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔ ظاہر ہے کہ آیت کے یہ معنی صحیح اور درست نہیں ہو سکتے پھر ماننا پڑے گا کہ اس تبلیغ سے مراد کوئی ایسا اہم امر ہے جس پر پورے دین کا دارومدار ہے۔ اگر اسے انجام نہ دیا گیا تو رسالت کی تمام تبلیغات و تعلیمات بے کار ہو کر رہ جائیں گی۔ کیونکہ یہی امر دین کی بقا کا موجب اور شریعت کے دوام

کا ضامن ہے اور بغیر اس کے کوئی تبلیغ کارگر اور کوئی شریعت مکمل نہیں ہو سکتی اور وہ مسلمانوں کے آئندہ رہبر کے تعین کا مرحلہ ہے جس کی اتنی تاکید کی جا رہی ہے۔

اسلام کے سارے اصول و تعلیمات کی تبلیغ کے موقعوں پر کبھی خدا نے لوگوں سے آنحضرتؐ کی حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا لیکن یہاں نبیؐ کو پس و پیش میں دیکھ کر خدا نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا کہ وہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ولایت و جانشین کا مرحلہ ایسا تھا جو کسی کو بغض و حسد میں مبتلا کرتا اور کسی کو سوء ظن کا شکار بناتا۔ چونکہ امیر المومنینؑ نے گذشتہ اسلامی جنگوں میں عرب کے بے شمار سرکشوں کو زمین

ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے کار رسالت پوری طرح سے انجام دیا آپ لوگوں کے خیر خواہ رہے اور اس راہ میں بڑی زحمتیں اٹھائیں۔ خداوند عالم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دکھائی تھی، انھوں نے خوف و ترس کی وجہ سے تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان کے دل میں علیؑ کی طرف سے بغض و عناد بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف رسولؐ خدا سے نزدیک ترین قرابت رکھنے کی وجہ سے علیؑ کا انتخاب سادہ لوح افراد کے لئے سوء ظن کا باعث ہوتا جو دشمنوں اور بدخواہوں کے لئے بڑا سود مند ثابت ہوتا۔ لہٰذا رسولؐ اسلام کو خدشہ تھا کہ کہیں اس امر کا اعلان برے نتائج کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو۔ یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے پیغمبرؐ اسلام کو ان تمام عواقب سے مطمئن کر دیا کہ خدا آپ کو بدخواہوں کے شر سے محفوظ رکھے گا" واللہ یعصمک من الناس"۔

خدا کے اس قدر مستحکم وعدہ کے بعد پیغمبرؐ نے کمال اطمینان کا مظاہرہ فرماتے ہوئے وہیں رکنے کا اعلان کر دیا اور حکم دیا کہ جو لوگ آگے جا چکے ہیں انھیں واپس بلایا جائے۔ پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کرنے لگے۔ یہ بڑا عجیب و غریب موقع تھا۔ سب ایک دوسرے سے پوچھتے تھے آخر اس تپتے ہوئے صحرا میں جبکہ حاجی اپنی ردائیں تلوؤں میں لپیٹے اونٹوں کے سایوں میں دبکے پھر رہے ہیں پیغمبرؐ نے یک بیک سب کو کیوں روک لیا؟ کون سا ایسا امر ہے جو پیغمبرؐ کو اس چلچلاتی دھوپ میں انجام دینا ہے؟

لوگوں کا استعجاب اپنے کمال کو پہنچ رہا تھا کہ رسولؐ خدا نے اس مقام پر اُگے ہوئے چند درختوں کے سایہ میں اونٹوں کے کجاوؤں سے منبر بنانے کا حکم دیا۔ ظہر کا ہنگام تھا، عالم اسلام نے اسی تپتی ہوئی زمین پر نماز ادا کی۔ ادائے نماز کے بعد آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور بڑی بلند اور رسا آواز میں ایک اہم ترین اور تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا۔

.... اے لوگو! عنقریب میں دعوت حق پر لبیک کہنے والا ہوں اور تم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والا ہوں۔ مجھ سے رسالت سے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی دریافت کیا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟

سب نے ایک زبان ہو کر کہا: "ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے کار رسالت پوری طرح سے انجام دیا آپ لوگوں کے خیر خواہ رہے اور اس راہ میں بڑی زحمتیں اٹھائیں۔ خداوند عالم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔"

آپ نے فرمایا: "کیا تم خدا کی وحدانیت، میری رسالت، جنت و دوزخ، موت و حیات کی حقانیت کی گواہی نیز قیامت اور مردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کی شہادت نہ دو گے۔" سب نے یک زبان ہو کر پیغمبرؐ کے قول کی تصدیق کی۔

آپ نے فرمایا: "خدایا تو گواہ رہنا۔" پھر آپ نے دریافت کیا، "تم سب میری آواز سن رہے ہو؟" مجمع کے اثبات پر آپ نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: "میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچنے والا ہوں اور تم بھی وہاں وارد ہو گے الغرض میں وہاں تم سے ملاقات کروں گا اور اس گمان میں نہ رہنا کہ آئندہ کبھی میری اور تمہاری ملاقات نہ ہو گی لہٰذا غور سے سنو کہ میں تمہارے درمیان جو دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان کے ساتھ تم کس طرح پیش آؤ گے۔"

مجمع نے دریافت کیا: "اے خدا کے رسولؐ وہ چیزیں کیا ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ان میں سے ایک خدا کی کتاب قرآن حکیم ہے جو ثقل اکبر ہے اور تمہارے اور خدا کے درمیان رابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے اپنا لو تاکہ گمراہ نہ ہو اور دوسرے میرے اہل بیتؑ ہیں۔ خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ یہ قرآن سے کبھی جدا نہ ہوں گے اور قیامت میں قرآن کے ہمراہ مجھ سے ملاقات کریں گے۔ دیکھو ان دونوں پر سبقت نہ کرنا اور نہ ان کے حق میں کوئی کوتاہی کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔"

اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھاما اور اس قدر بلند فرمایا کہ دونوں کی سفیدی بغل نمایاں ہو گئی گویا لوگوں کے سامنے حضرت کو اس طرح پہچنوا دیا کہ کسی شک و تردید کی گنجائش نہ رہ جائے پھر فرمایا: "اے لوگو! کیا میں مومنین سے زیادہ ان کے نفوس پر اولیٰ نہیں ہوں؟" (یہ اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے جو آپ کی ولایت مطلقہ پر دلالت کرتی ہے یعنی النبی اولیٰ بالمومنین

من انفسہم۔ لوگوں نے ایک آواز ہو کر اس کی تصدیق کی۔ آپ نے تین بار اس جملہ کی تکرار کی اور لوگوں سے اقرار لیا اور اس طرح جب موضوع مشخص کر دیا تو فرمایا:
"جس جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔ خدایا تو ان کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کا سلوک فرما۔ جو ان کی نصرت کرے اس کی نصرت فرما اور جو انہیں چھوڑ دے تو بھی اس سے اپنی رحمت کو دور فرما دے۔ اس مجمع میں موجود افراد پر لازم ہے کہ وہ دوسروں کو جا کر اس واقعہ کی خبر دیں۔"

ہزاروں افراد اس عظیم واقعہ کے گواہ تھے۔ ان میں سے اکثر افراد نے مختلف انداز میں جس سے اس کے اصلی معنی پر حرف نہیں آتا، نقل بھی کیا۔ خصوصیت سے " من کنت مولاہ فہٰذا علیؑ مولاہ " تو ایسا جملہ ہے جو قطعی تواتر سے آنحضرتؐ سے نقل ہوا ہے اور کوئی شخص بھی اسے جھٹلا نہیں سکتا۔

ابھی مجمع متفرق نہیں ہوا تھا کہ جبرئیل امین پیغمبر اسلامؐ پر آیت لے کر نازل ہوئے۔ " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا " آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے دین سے راضی ہو گیا۔

ہر صاحب فکر غور کرے کہ آخر یہ کیسا واقعہ اور کیسا اعلان تھا، جس کے بغیر نہ دین کامل تھا نہ رسالت کی نعمت تمام ہوئی اور نہ یہ شریعت ہی پورے طور سے مستحکم و استوار ہو پائی تھی۔ کیا تاریخ اسلام میں اس سے اہم بھی کوئی واقعہ ہے۔؟

اس کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کو جلوہ گر فرمایا اور لوگوں کو ان کی بیعت کا حکم عام صادر فرمایا۔ تمام اصحاب و انصار نے حضرتؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی یہاں تک کہ حضرت عمر کا جملہ

مُبارک ہو مُبارک ہو!
اے ابنِ ابی طالب!
آج آپ میرے اور تمام
مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے۔
(عمر ابن خطاب)

تاریخ میں ثبت ہو کر رہ گیا! مبارک ہو! مبارک ہو! اے ابن ابی طالب! آج آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے ہیں

حسان بن ثابت نے آنحضرتؐ سے اجازت لے کر اس موقع کی مناسبت سے اشعار پڑھے جو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و خلافت پر لوگوں کی عمومی رضایت و تسلیم کی بہترین دلیل قرار پائے۔ حسان کا ایک شعر بہت مشہور ہوا۔

فقال لہ قم یا علی فاننی
رضیتک من بعدی اماما و ھادیا۔

غدیر سے دشمنی

افسوس ابھی کچھ عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں نے حضرتؑ کی بیعت کو اس طرح فراموش کر دیا جیسے یہ واقعہ ہی ظہور میں نہ آیا ہو۔ سچ ہے دشمنی بھی دوستی کی طرح اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام برابر آنحضرتؐ کے اصحاب و انصار سے روز غدیر سے متعلق سوال کرتے تھے اور لوگ سر جھکا کر اثبات کا اظہار کرتے تھے۔ روایت میں ہے کہ انس بن مالک نے جواب میں عذر خواہی کرتے ہوئے کہا: میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہا۔ حضرت نے دعا کی خدایا اگر یہ شخص دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے تو ایسا مرض اس پر نازل فرما کہ یہ اسے چھپا نہ سکے چنانچہ جلد ہی وہ برص کے مرض میں اس طرح مبتلا ہوئے جو ان کی پیشانی تک پھیل گیا۔

خود غدیر کے دن بھی کچھ لوگ اپنے کینہ و حسد کو چھپا نہ سکے۔ حارث فہری نے پیغمبر اسلامؐ سے گستاخی کے ساتھ دریافت کیا: آپ کا یہ حکم خدا کی طرف سے ہے یا خود اپنی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: یہ خدا کا حکم ہے۔ اس بدبخت نے آنحضرتؐ کی طرف پشت کر کے کہا خداوندا! اگر یہ حکم تیری طرف سے ہے تو مجھ پر عذاب نازل فرما! اور لوگوں نے دیکھا کہ ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک پتھر اس کے سر پر نازل ہوا اور وہ اسی جگہ ہلاک ہو گیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے یہ اعلان کرنے کے بعد لوگوں پر اپنی حجت تمام کر دی اب جو چاہے اسے قبول کرے اور جو ترک کرنا چاہے ترک کرے۔ " لیہلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حیّ عن بینۃ "۔ اس اعلان کے وقت مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد موجود تھی کہ کوئی بھی اس سے انکار یا لاعلمی کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ خصوصیت سے پیغمبر اکرمؐ نے وہاں موجود مسلمانوں کو یہ پیغام دوسروں تک پہنچانے کا حکم بھی صادر فرمایا تھا لیکن خواہشات نفس کے پیرو اور منحرف انسانوں نے جو اپنے فرار کے راستے تلاش کیا کرتے ہیں آنکھیں بند کر کے کہہ دیا: پیغمبرؐ کا اس قدر اہتمام اور اتنی تاکید صرف اس لئے تھی کہ آنحضرتؐ لوگوں کو حضرت علیؑ سے دوستی کی طرف دعوت دینا چاہتے تھے؟ تعجب ہے! کیا دوستی بھی حکم کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے اور لوگوں نے تو اس

کیا اور تقریباً پچانوے سال تک منبروں سے حضرت پر سب وشتم کیا جاتا رہا۔

غدیر عید کا دن

اس عظیم واقعہ کو ہمیشہ زندہ رکھنے اور اس کی یاد دلوں میں باقی رکھنے کے لئے آئمۂ معصومین علیہم السلام نے اس دن کو اسلام کی ایک عظیم عید قرار دیا۔ بلکہ پیغمبر اسلامؐ نے بھی اس روز کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ غدیر کا دن میری امت کے لئے پر عظمت عید کا دن ہے، یہ وہ دن ہے جب خداوند عالم نے میرے بھائی علیؑ کو میری امت کے لئے ہدایت کا پرچم قرار دیا اور اس کے ذریعہ دین کو کامل فرمایا۔ نعمتوں کو اتمام بخشا اور اسلام کو منتخب فرمایا۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: چار دن ایسے ہیں جب شیطان رو پڑا ۱۔ جس دن وہ ملعون قرار پایا ۲۔ جس دن وہ آسمان سے نکال باہر کیا گیا ۳۔ جس دن رسول خداؐ مبعوث کئے گئے۔ ۴۔ جس دن غدیر میں امامت کا اعلان ہوا۔

حسن بن راشد کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا عید فطر اور عید اضحیٰ کے علاوہ بھی مسلمانوں کی کوئی اور عید ہے؟ فرمایا: ہاں، ان دونوں سے اعظم واشرف عید ہے۔ عرض کی وہ کون سا دن ہے؟ فرمایا، وہ دن جب امیرالمومنینؑ مسلمانوں کے رہبر و مولا بنائے گئے۔

اس سے ملتی جلتی بہت سی روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ اس دن کے مخصوص اعمال بھی آئمہ علیہم السلام سے منقول ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہ ساری روایتیں واعمال درحقیقت ولایت کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔

غدیر کی اہمیت

غدیر کی اہمیت درحقیقت ولایت کی اہمیت کی بنا پر ہے۔ اسی پر دین کی بقا کا انحصار ہے کیونکہ یہی دین کی سب سے اہم بنیاد ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں نقل ہوئی ہیں جن کو صاحب کتاب وسائل الشیعہ نے اس کتاب کے شروع میں جمع فرمایا ہے۔ ان میں سے نمونہ کے طور پر ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

غدیر کا دن میری اُمت کے لئے پُر عظمت عید کا دن ہے، یہ وہ دن ہے جب خداوند عالم نے میرے بھائی علیؑ کو میری اُمت کے لئے ہدایت کا پرچم قرار دیا اور اس کے ذریعہ دین کامل فرمایا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایت اور لوگوں سے جس قدر ولایت کی تاکید کی گئی ہے کسی اور کی نہیں کی گئی"

اگرچہ اسلام کے ارکان پانچ چیزوں سے کہیں زیادہ ہیں مثلاً جہاد، امر بالمعروف، نہی از منکر وغیرہ لیکن یہ سب ولایت میں داخل ہیں اور بغیر ولایت ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایک معتبر روایت میں ہے خداوند عالم کی طرف سے نازل ہونے والے فرائض میں سے آخری فریضہ ولایت ہے اور اس کے بعد کوئی فریضہ نازل نہیں ہوا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ پیغمبر اسلامؐ پر وحی نازل ہوئی "میں نے آپ پر نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ نازل کئے اور اب ولایت علیؑ کو نازل کر رہا ہوں۔ یہ پانچواں فریضہ ہے اور میں ان چاروں کو بغیر اس ولایت کے قبول نہیں کروں گا۔"

ولایت مطلقہ

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین کے ان ارکان سے مراد الٰہی فرائض ہیں۔ مجموعاً احکام اسلامی کی دو قسمیں ہیں۔ فرائض الٰہی اور سنت رسول کریمؐ ان دونوں کے بنیادی فرق کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ اصل میں اس مقصد کو واضح کرنا تھا یہاں ان پانچ ہی چیزوں کا ذکر اس لئے کیا گیا تاکہ ان کی اہمیت وحیثیت واضح ہو سکے۔ بنیادی نکتہ تو یہ ہے کہ ولایت دین کی اہم ترین اساس اور عظیم ترین فریضہ الٰہی ہے اور بغیر اس کے انسان کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا ولایت علی علیہ السلام سے مراد صرف ان کی دوستی اور محبت کا اظہار اور ان کو محبوب و دوست مان لینے سے دین کا کمال اور اتمام نعمت کا تصور کرنا ایک بہت بڑی بھول ہوگی۔

رسول خدا نے جملہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمانے سے پہلے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ اس ولایت سے مراد مومنین کے نفوس پر ان کی اولویت ہے اور ولایت مطلقہ کے یہی معنی ہیں کہ وہ جو حکم دے اس پر عمل کیا جائے۔ وہ حاکم علی الاطلاق، مسلمانوں کا ولی اور اسلامی معاشرہ کا رہبر ہوتا ہے۔ بنابرایں نہ اس جملہ کی تاویل کی کوئی گنجائش ہے نہ واقعۂ غدیر کو نادیدہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کو منصفانہ طور سے صحیح راہ کی تشخیص کرنی چاہئے

وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله۔

(سورہ انعام آیت ۱۵۳)

الغدیر

از : علامہ امینی

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر رسول اکرمؐ نے غدیر خم کے مقام پر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا تھا اور تمام سنّی شیعہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عید غدیر مسلمانوں کے درمیان آپسی اتحاد کی زمین ہموار کرتی ہے۔ واضح رہے کہ علامہ امینی نے اپنی گرانقدر تصنیف "الغدیر" میں عید غدیر کے ان پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے جن کی روشنی میں اسلامی اتحاد اور اخوت و برادری کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔
عید غدیر کی چودہ سو سالہ یادگار کے موقع پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "الغدیر" نامی کتاب کا اجمالی تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

"بارِ امانت" جسے آسمان نہ اٹھا سکا شاید اس کا ایک مفہوم حق کی حمایت، قیام حق کے لئے جدوجہد اور حق کو بلند و بالا کرنا ہے۔

تاریخ کے طویل دور میں ایسے عظیم اشخاص بھی گذرے ہیں کہ انہوں نے جب اپنے گرد و پیش حقائق و واقعات کا موازنہ کیا تو وہ نہ صرف حق پر کاربند رہے بلکہ مظہر حق بھی ثابت ہوئے۔ حق نے بھی ان کا ساتھ دیا اور انہی کے اطراف میں وہ گردش کرتا رہا۔ یہ انسان آب و گل سے ماوراء دنیا اور عالم عینیت میں پیکر حق نیز معنی حق بن گئے ہیں۔

مگر اس کے باوجود ہمیشہ ایسا نہیں ہوا کہ عوام ان پیکران حق و حقیقت کی پیروی کر سکیں اور انہیں اپنے ادوار کے معاشروں کا سردار و سردار قرار دے کر قیادت کی لگام ان کے ہاتھ میں سونپ دیں، نیز ان کے بلند و عالی مرتبت ارادوں کو حقیقت سے ہمکنار کر دیں۔

یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ ایسی بزرگ ہستیوں کا وجود حق و عدل اور فضیلت کا مجسمہ بن کر رہا ہے مگر اس کے باوجود ہمیشہ ایسا نہیں ہوا کہ وہ ہر جانبہ کامیابی و کامرانی سے بہرہ مند رہے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر دور میں ایسی شخصیتیں اور طاقتیں بھی گذری ہیں جنہوں نے ان برگزیدہ ہستیوں اور اصحاب فضیلت کی راہ و روش کو اپنی خواہش و مرضی، ظلم و تعدی اور گمراہیوں کے مطابق نہیں پایا۔ اسی نوع و قسم کے افراد و گروہ کو نہ صرف تائید حق اور حقیقت کے ان واضح و روشن اور بے سایہ مجسموں سے کوئی تعلق و سروکار نہ تھا بلکہ وہ مختلف حیلے اور بہانوں سے ان کے مد مقابل آئے اور یہ کوشش کرتے رہے کہ ان حق و عدل کے مجسموں کو برطرف کر دیں اور ان پر اتہام و الزام لگا کر انہیں عوام کے سامنے سے ہٹا دیں تاکہ یہ تن تنہا اور بے یار و مددگار رہ جائیں۔ . . . جب ایسے حالات و واقعات پیش آتے ہیں تو تاریخ کی عظیم مظلوم شخصیتوں کے چہرے نمایاں ہوتے ہیں اور اس وقت حقائق نیز عظیم حقیقتوں کا پہبار راہوں اور گذرگاہوں کی نوہ هل من ناصر ینصرنا (ہے کوئی جو میری مدد کے لئے آئے) بلند ہوتا ہے۔

• اسلام میں حق کا اعلیٰ و اکمل اور بدرجۂ اتم مجسمہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ یہ ان کی ہی ذات ہے جس میں تمام اسلامی حق نمایاں ہوئے فضیلتیں حقیقت پذیر اور صاف و شفاف طور پر جلوہ گر و مجسم ہو گئی ہیں وہ حق کا مدار و محور ہیں۔ یہ علیؑ ہی ہیں جن کی محبت بدرجۂ ایمان ہے۔ اور ان سے بغض و عناد کفر و نفاق کی علامت ہے "حضرت علیؑ کی راہ و روش ہی" اسلام قرآن اور پیغمبر اکرمؐ کی راہ و روش ہے۔ حق خواہ کسی حالت و شکل میں ہو علیؑ کے ہی ساتھ ہے در حقیقت وہی محور حق ہیں، اور حق ہی ان کے گرد و پیش گردش کرتا نظر آتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰؐ کا قول ایک امر مسلّم ہے چنانچہ فرماتے ہیں: علی مع الحق والحق مع علی۔

اور چونکہ یہ عین حق ہی حق و حقوق اور عدل و فضیلت ہے لہٰذا اس کے تعارف و شناسائی کے فریضہ کو انجام دینا ہر ایک عارف حق کا فرض ہے۔

اس موقع پر ہماری حق دوستی، فضیلت خواہی، آزادگی، شرف انسانی، عزت تاریخی اور اجتماعی ضمیر کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم ہمیشہ ان لوگوں کی حمایت و جانبداری کریں جو حق کی خاطر نبرد آزما ہوئے اور حق کی سرحدوں کے دفاع کے لئے صف بستہ رہے ہیں۔ ان کا نام تعظیم سے لیں، ان کی یاد کو اپنے دلوں میں زندہ رکھیں اور ان کے نام کو زندہ جاوید بنا دیں تاکہ وہ فہرست جس میں پاسبان سرحد کے لافانی بہادران کا ذکر درج ہوں زیادہ عظیم و طویل ہو سکے اور ہمارا بھی شمار ان

لوگوں میں ہو جو حق دوست فضیلت خواہ اور آزادگان کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

ان حقائق کے پیش نظر ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی تاریخ میں سایہ تین اصلی روشیں کارفرما نظر آتی ہیں۔

۱۔ حق و پیکران حق۔

۲۔ پیکران حق کے حامی و طرفدار

۳۔ طرفداران حق کی تعظیم

اور ایک بافضیلت یا فضیلت دوست انسان کو چاہیئے کہ وہ کوشش کرے کہ اسے کم از کم صف سوم میں جگہ مل جائے اور جو مقدس فرض تیسرے گروہ کے شانوں پر ہے اسے وہ انجام دے۔ وہ اگر خود مجسّم حق نہیں (کیونکہ یہ ایک مخصوص مقام ہے) حق اور حق پرستوں کا حامی و طرفدار بھی نہیں اور وہ کبھی حق کی امان و پناہ میں بھی نہ رہا اور اب بھی نہیں ہے تو کم از کم تیسری صف میں قائم رہے اور اپنے وجود میں اس جذبہ و کشش کو پیدا کرے اور خود کو جاودانی عشق کے ان سرکش شعلوں میں گرم و تاباں رکھے کیونکہ:

عاشق شو ارنہ روزی کار جہان سرآید
ناخواندہ نقش مقصود از کارگاہ ہستی

(عاشق ہو ورنہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کہ دنیا کے تمام کاموں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور جب تو اس کارگاہ ہستی یعنی دنیا سے جائے گا تو یہ جانے گا کہ جو مقصد لے کر آیا تھا اس کی تکمیل نہ ہوئی۔

حضرت علیؑ کا حق چونکہ حق انسانیت مطلق اور مطلق انسانیت ہے اسی لئے اس کے تحفظ و دفاع کی خاطر لوگوں نے جان کی بازی لگادی ہے روز اول سے آج تک ایسے عظیم مرحلے آئے ہیں جن میں شہداء نے اپنے خون اور علماء نے قلم کی جولانی سے اس نمائندہ قرآن کا دفاع کیا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں اور آج بھی ہماری قوم اس امر کے لئے کوشاں رہی ہے کہ قرآن نے جن آرزوؤں اور نہج البلاغہ نے جن تمناؤں کا اظہار کیا ہے وہ حقیقت پذیر

"الغدیر" نامی عظیم کتاب کے مصنف حضرت علامہ امینی مجاہدین حق و فضیلت کے دفاع کا مجسّمہ اور صدر اسلام میں حضرت علیؑ کے یاران باوفا کی شفقت و جانثاری کا نمونہ تھے۔

ہوں ان آرزوؤں اور تمناؤں کو بارور کرنے کے لئے انہوں نے تاریخ ساز انقلاب بپا کئے چنانچہ ۱۵ خرداد ۱۳۴۲ (۵ رمئی ۱۹۶۳ء یوم خونی انقلاب) اور ۱۷ شہریور ۱۳۵۷ ھ ش (۸ ستمبر ۱۹۷۸ء حریت پسندوں کے قتل عام کا دن) انہی انقلابات کے دو یادگار دن ہیں ... ان دونوں کی یاد میں اتنی کی آنکھیں خونی اشکوں سے ... و فجر کے پژمردہ چہروں سے لہو بہنے لگتا ہے۔

اسی ... علماء دین بھی اس مقدس فرض کو انجام دینے کے لئے ہمیشہ پیش پیش رہے۔ انہوں نے اس خاطر جہاد کیا اور جہاد کے ذریعہ ہی وہ اس کا دفاع کرتے رہے اس صدی کے انہی راست کردار و باعظمت و فرض شناس علماء میں "الغدیر" نامی عظیم کتاب کے مصنف حضرت علامہ امینی مجاہدین حق و فضیلت کے دفاع کا مجسمہ اور صدر اسلام میں حضرت علیؑ کے یاران باوفا کی شفقت و جانثاری کا نمونہ تھے۔ جناب علامہ امینی مجاہدین حق و فضیلت کی صف اول میں تھے۔ تشیع کے حلقۂ علماء میں جو سربرآوردہ افراد گذرے ہیں ان میں وہ درجۂ نبوغ پر پہنچ گئے تھے اور انہوں نے ہی از سر نو معیاروں کو قدر و قیمت بخشی۔

علامہ امینی کے نبوغ کا خلاصہ یہ کہہ کر بیان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ علم و دانش سے سرشار تھے۔ وہ ایمان عمیق، حیرت انگیز استقامت، تقویٰ کامل، قاطعیت منطق، یقین مطلق، سوز گفتار، جوش اصلاح اور درستی افکار میں واقعی غیر معمولی ذہین نابغہ تھے۔

علامہ امینی وہ حقیقی دانشمند تھے جو اپنی وجدانی عظیم ذمہ داریوں پر عمل پیرا رہے۔

"امینی" وہ عظیم مصنف ہیں جنہوں نے دفاع حق کے سوا کچھ نہیں لکھا۔

علامہ عظیم المرتبت جناب شیخ عبدالحسین امینی کی ولادت ۱۳۲۰ھ ق (۱۲۸۱ھ ش/۱۹۰۲ء) میں بمقام شہر تبریز ہوئی۔ غیر معمولی ذہانت کے آثار ان کی ذات میں بچپن سے ہی اس طرح نمایاں تھے کہ گفتگو میں ہی عظمت و بزرگواری نظر آتی تھی اور انداز فکر میں بھی یہی کیفیت جلوہ گر تھی۔ اپنے ہی وطن میں ابتدائی، متوسطہ اور اعلیٰ تعلیمی مدارج طے کرنے کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے عشق سے اور فقہ و اصول نیز علوم اسلامی کے دیگر مراحل و مدارج طے کرنے کی خاطر بارگاہ امیر المومنینؑ نجف اشرف کی جانب راہی پیار ہوئے۔ اور آیات عظام فیروزآبادی، اصفہانی، "نائینی"، میرزا علی ایروانی جیسے عظیم المرتبت اساتذہ کے حلقۂ درس سے محظوظ و فیضیاب ہوئے۔

دورۂ علمی کی تکمیل کے بعد وہ واپس اپنے وطن تبریز گئے اور کاروباری امور میں مشغول ہوگئے لیکن شاہ ولایت علی مرتضیٰ کی محبت اس امر کا باعث ہوئی کہ وہ دوبارہ مرقد پاک علیؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس مرتبہ اسی دیار میں ہمیشہ کے لئے سکونت اختیار کرلی۔

یہی وہ زمانہ ہے جب کہ ان کی علمی تحقیقات کا آغاز ہوا وہ عمر میں ابھی ۲۵ سال کے بھی نہ تھے کہ ان کی پہلی تصنیف "شہداء الفضیلۃ" شہر نجف کے ایک عظیم علمی مرکز کی جانب سے شائع کی گئی۔ یہ کتاب ان ۱۳۰ عالی مرتبہ شیعہ دانشوروں کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جنہوں نے راہ اسلام

میں جامِ شہادت نوش کیا۔

علامہ امینی کی تحقیقات اور مطالعات کا سلسلہ جاری رہا اور ایک سال بعد ان کی دوسری تصنیف منظرِ عام پر آئی۔ چنانچہ ان کی تصانیف پر مشتمل بیس رسالے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں اب بھی موجود ہیں۔

"الغدیر" دراصل ساکت و پُرسکون تالاب سے جاری پانی کی مسلسل روانی ہے اور سکوت و خاموشی کے کنارے پر ایک بے چین و پُرتلاطم موج۔

علامہ امینی نے "کتاب الغدیر" کی تکمیل کے لئے معتبر دستاویزات اور اسناد جمع کرنے کی خاطر مختلف ممالک اور دور و دراز مقامات پر واقع شہروں کے سفر کئے۔ اور جہاں بھی وہ گئے وہاں سے بے مراد واپس نہ آئے۔

علامہ امینی نے "کتاب الغدیر" کی تکمیل کے لئے معتبر دستاویزات اور اسناد جمع کرنے کی خاطر مختلف ممالک اور دور و دراز مقامات پر واقع شہروں کے سفر کئے۔ اور جہاں بھی وہ گئے وہاں سے بے مراد واپس نہ آئے۔ لیکن ان کا شوق کا حوصلہ چونکہ انتہائی بلند تھا اسی لئے انہیں یہ پسند نہ آیا کہ صرف وہی اس سرچشمۂ فیض سے سرشار ہوں اور دوسرے محروم رہ جائیں۔ انہوں نے ایک بہت ہی عالیشان کتابخانہ "مکتبۃ الامام امیر المومنین العامہ" کے نام سے قائم کیا۔ اس خیال کے پیشِ نظر کہ محققین کی راہ سے مشکلات کو دور کردیں انہوں نے خود بہت زیادہ تکالیف برداشت کیں اور بہت زیادہ رنج و زحمات کے متحمل ہوئے اور بالآخر نجف اشرف میں ایسا کتابخانہ قائم کردیا جس کا شمار انتہائی قابلِ قدر و قیمت اسلامی کتابخانوں میں ہوتا ہے۔

لیکن آہستہ آہستہ ان کی جسمانی قوت و صحت میں ضعف آنے لگا جس کی انہوں نے پرواہ نہ کی اور مثلِ سابق مطالعات و تحقیق میں مشغول رہے اور بالآخر ستر سال کی عمر میں راہِ آخرت کا سفر اختیار کرلیا اور عالمِ بقا کی راہ لی۔ ۔ ۔ ۔ خدا انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

علامہ امینی ان بزرگ انسانوں میں سے تھے اور اب بھی ہیں جنہیں فنا نہیں۔ ان کی یاد کرنے والوں پر انکے نقوش مرتسم ہیں اور ان کا نام زمانے کی عمیق سطح تک پہنچ گیا ہے۔

جب تک عشقِ حق زندہ ہے اور غدیر باقی ہے تو کتاب الغدیر بھی زندہ و گویا رہے گی۔

اس قابلِ قدر کتاب کے باعث عالمِ اسلام میں ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ اسلامی مفکرین نے ادبی، تاریخی، کلامی، حدیثی، تفسیری اور معاشرتی زاویوں اور پہلوؤں سے اس کتاب پر نظر ڈالی۔ چنانچہ معاشرتی زاویہ سے اس کتاب میں جو چیز قابلِ توجہ ہے وہ "اسلامی وحدت" ہے۔

ہمارے دور کا مصلح، روشن فکر اور دانشمند طبقہ اس خیال کا حامی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان بالخصوص اس وقت جب کہ موجودہ حالات میں دشمنانِ اسلام کی ہر طرف سے یورش و یلغار جاری ہے اور مسلسل نئے نئے طریقوں سے گذشتہ خیالات کو ہوا دی جارہی ہے اور جدید اختلافات کو ابھارا جارہا ہے۔ اسلامی اتحاد و یکانگت کی شدید ضرورت ہے۔ بنیادی طور پر ہم یہ تو جانتے ہی ہیں کہ دینِ مقدس اسلام میں وحدت و اخوت کی جانب خاص توجہ دی گئی ہے اور اسلام کے اہم مقاصد میں سے یہ ایک ہے۔ چنانچہ قرآن، سنتِ پیغمبر اور اسلامی تاریخ اس امر کے شاہد ہیں۔

اسی لئے بعض لوگوں کے ذہنوں میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ "الغدیر" جیسی کتاب کی تالیف و اشاعت جس میں مسلمانوں کے قدیم ترین اختلاف کو بھی موردِ بحث قرار دیا گیا ہے۔ کیا حضرت علیؑ کے مقدس مقاصد اور اسلامی وحدت کے افکارِ عالیہ کی راہ میں مانع نہیں آئی۔

یہاں ہم اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ وحدتِ اسلامی اور اس کے حدود کے مفہوم کو واضح و روشن کریں اور اس کے بعد اس امر کی صراحت کریں کہ جلیل القدر علامہ امینی کی قابلِ قدر کتاب "الغدیر" نے کیا کردار ادا کیا ہے۔

اسلامی وحدت

پہلا سوال تو یہی ہے کہ اسلامی وحدت سے کیا مراد ہے؟ کیا اس کا یہ مقصد ہے کہ اسلام میں جتنے فرقے موجود ہیں ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیا جائے، اور دیگر تمام فرقوں کو نظر انداز کردیا جائے؟ یا اس کا یہ مقصد ہے کہ ان تمام فرقوں میں جو چیزیں مشترک ہیں ان کو تو اخذ کرلیا جائے اور تمام متفرقات کو پس پشت ڈال دیا جائے اور ایسے نئے فرقے کی تشکیل کی جائے جس کی ان تمام فرقوں میں کسی سے مطابقت نہ ہو؟ یا اسلامی وحدت کا

کسی بھی صورت میں تمام فرقوں کی وحدت سے کوئی ربط و تعلق نہیں؟ اور یا اتحاد المسلمین سے مراد یہ ہے کہ اختلافات مسلک کے باوجود تمام فرقے اغیار کا مقابلہ کرنے کی غرض سے متحد ہو جائیں؟

اتحادِ مسلمین کے مخالفین اسلامی وحدت کے مفہوم کو غیر منطقی اور ناقابلِ عمل بنانے کی غرض سے اس کی توجیہ "تمام فرقوں کی یگانگی" کے نام سے پیش کرتے ہیں تاکہ پہلے ہی قدم پر یہ تحریک شکست سے دوچار ہو جائے۔ یہ تو ظاہر ہے ہی کہ روشن فکر طبقۂ مسلمین کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ تمام مسالک کا ایک مسلک میں ادغام کر لیا جائے یا تمام مسالک کے مشترکات کو تو اخذ کر لیا جائے اور متفرقات کو رد کر دیا جائے۔ کیوں کہ یہ بات نہ تو معقول و منطقی ہے اور نہ ہی مطلوب و عملی۔ اس دانشور طبقہ کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ مسلمین اپنے مشترک دشمنوں کے خلاف خود کو اس طرح منظم کریں کہ وہ ایک صف میں آراستہ ہو جائیں۔

اس دانشور طبقہ کا کہنا تو یہ ہے کہ اسلام میں اتحاد و موافقت کا بہت زیادہ مواد موجود ہے۔ کیوں کہ تمام مسلمان ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ کی نبوت کے سب ہی معترف ہیں۔ سب کی مقدس کتاب قرآن اور سب کا قبلہ کعبہ بیت اللہ ہے۔ سب ایک ساتھ مل کر ایک ہی طرح حج کرتے ہیں۔ ایک ہی طرح نماز پڑھتے ہیں اور ایک ہی طریقے سے روزہ رکھتے ہیں۔ وہ ایک ہی طور پر اپنے خاندان کی تشکیل، بچوں کی تعلیم و تربیت اور باہمی لین دین کرتے ہیں۔ سب ہی اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہیں اور چند جزئی امور کے علاوہ ان کے ان کاموں میں کوئی فرق نہیں۔ تمام مسلمانوں کی جہان بینی بھی ایک ہی قسم کی ہے۔ ان کی تہذیب بھی مشترک ہے اور ان کا تمدن بھی نہایت ہی شاندار، باعظمت اور پُرشکوہ ہے۔ جہاں بینی، تہذیب، سابقہ تمدن، تفکر و بینش، عادات و اطوار، مذہبی اعتقادات و پرستش اور اجتماعی آداب

تمام مسلمان ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ کی نبوت کے سب ہی معترف ہیں سب کی مقدس کتاب قرآن اور سب کا قبلہ کعبہ بیت اللہ ہے۔ سب ایک ساتھ مل کر ایک ہی طرح حج کرتے ہیں۔

و رسوم میں وحدت و یگانگی انھیں قوم واحد کی شکل دے سکتی ہے۔ اس طرح وہ ایسی عظیم طاقت اور دیوار بن سکتے ہیں کہ دُنیا کی بڑی طاقتیں مجبور ہوں کہ ان سے عجز و انکساری کے ساتھ پیش آئیں۔ اسلام نے تو اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ قرآن جیسی کتاب کے صریح الفاظ میں مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور چونکہ ہر ایک کا دوسرے پر حق ہے [illegible] ان میں باہمی ربط ہے اس [illegible] کیفیت [illegible] نظر آخر کیا وجہ ہے کہ دین اسلام کے اس [illegible] بابرکت و وسیع امکانات کے باوجود مسلمان اس کا فائدہ نہیں اٹھاتے۔

علمائے اسلام کے اس گروہ کی نظر میں کوئی بھی ضرورت اس امر کی متقاضی نہیں کہ اسلامی اتحاد کی خاطر مسلمین اپنے مسالک کے اصول یا ان کے فروعات میں کسی مصالحت یا رواداری سے کام لیں۔ اسی طرح اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ مسلمین ان اصول و فروعات کے متعلق جن میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے بحث و استدلال سے کام لیں اور ان پر کتابیں تصنیف و تالیف کریں۔ اسلامی وحدت جس واحد چیز کی متقاضی و متمنی ہے وہ یہ کہ مسلمان سنجیدگی و متانت سے کام لیں تاکہ ان میں دشمنی و کینہ توزی کے احساسات پیدا نہ ہوں اور اگر موجود ہیں تو وہ شعلہ ور نہ ہوں ایک دوسرے کو لعنت و ملامت نہ کریں اور دشنام و بدکلامی کے ساتھ پیش نہ آئیں۔ ایک دوسرے پر اتہام نہ لگائیں۔ آپس میں ایک دوسرے کی منطق و دلیل کا مذاق نہ اڑائیں۔ ایک دوسرے کے احساس و جذبات کو مجروح نہ کریں اور منطق و استدلال کی حدود سے خارج نہ ہوں۔ یا کم از کم وہ شرائط جو اسلام نے غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لئے مسلمانوں پر لازم قرار دی ہیں انھیں ہی آپس میں بروئے کار لائیں۔ ادع الی سبیل ربک با لحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم با لتی ھی احسن (اے نبیؐ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو (سورۂ نحل آیت ۱۲۵)

بعض افراد کا خیال ہے کہ صرف وہ فرقے اور مسالک جن کا ایک دوسرے سے فروعی اختلاف ہے جیسے شافعی اور حنفی ایک دوسرے کے بھائی ہو سکتے ہیں اور وہ ایک صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایسے فرقے جن کا اصول میں اختلاف نظر ہے کسی طرح بھی ایک دوسرے کے بھائی کہلائے جانے کے مستحق نہیں۔ اس گروہ کی رائے میں مذہبی اصول نے ہی باہمی ربط و تعلق پیدا کر کے سب کو یکجا کر دیا ہے اور اصولیین کی اصطلاح میں اصول مذہب نے اپنی ہی ایک قسم کا کم یا زیادہ ربط و تعلق پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی فرد کسی بلا میں گرفتار ہو جائے تو گویا یہ بلا سب پر نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر مسئلہ امامت میں خلل واقع ہو تو ان اصولوں کے پیروکاروں کی رائے میں وحدت و اخوت منفی کر دی جائے اور اسی بنا پر سنی و شیعہ کسی طرح بھی ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہو سکتے اور اپنے مشترک دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ ایک جگہ صف بستہ بھی نہ ہوں گے پہلا گروہ دوسرے گروہ کو یہ جواب دیتا ہے کہ یہ کوئی

دلیل نہیں ہے کہ ہم تمام "اصول" کو اس مجموعے کے مانند سمجھیں جس کی ہر چیز باہمی طور پر پیوستہ و منسلک ہو۔

اور ہم اس قاعدے کی پیروی کریں کہ "یا ہمہ یا ہیچ" (یا تو تمام اصول پر عمل کیا جائے یا کسی پر بھی نہیں) یہاں جو قاعدہ کارفرما ہے وہ "المیسور لایسقط بالمعسور" (آسان چیز مشکل چیز سے جدا نہیں ہوتی) اور مالایدرک کلّہ لایترک کلّہٗ (جو چیز مکمل طور پر حاصل نہیں کی جاسکتی وہ چیز مکمل طور پر ترک بھی نہیں کی جاسکتی) چنانچہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذات و سیرت ہمارے لئے بہترین اور (آزمودہ) ترین درس ہے آپ نے وہی معقول اور منطقی راہ و روش اختیار کی جو آپ جیسی باعظمت شخصیت کے شایانِ شان تھی۔

حضرت علیؑ نے اپنا حق تسلیم کرانے کے لئے کسی بھی سعی و کوشش سے دریغ نہ کیا۔ اور جتنے بھی امکانات تھے وہ ان سب کو بروئے کار لائے تاکہ باقاعدہ امامت کا احیاء کرسکیں مگر انھوں نے کبھی بھی "یا ہمہ یا ہیچ" (یا سب کچھ یا کچھ بھی نہیں اور بالفاظِ دیگر تخت یا تختہ) کے قاعدے پر عمل نہ کیا۔ اس کے برعکس انھوں نے اپنے کام کی بنیاد اس قول کو قرار دیا۔ مالایدرک کلّہٗ لایترک کلّہٗ"

حضرت علیؑ نے خلافت سے محروم ہونے کے باوجود علمِ بغاوت بلند نہیں کیا۔ جس کا سبب ان کی لاچارگی یا بے دست و پائی نہ تھا بلکہ یہ فیصلہ انہوں نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد خوب سوچ سمجھ کر کیا تھا اور ان کا یہ عمل اضطراری نہیں اختیاری تھا۔ انہیں مرنے کا ڈر نہ تھا۔ اور جب انھیں موت کا خوف نہ تھا تو انھوں نے علمِ بغاوت کیوں بلند نہیں کیا؟ کیونکہ حضرت علیؑ پورے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ اسلام کی فلاح و بہبود کا تقاضہ یہی ہے کہ موجودہ حالات میں حکومت کی مخالفت کرنے کی بجائے دوسروں کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلیں چنانچہ اس کی صراحت آپ کتنی ہی مرتبہ کر بھی چکے ہیں۔

مالک اشترؓ کو جو آپ نے خطوط لکھے ہیں ان میں سے ایک خط میں (یہ خط نہج البلاغہ میں شمارہ ۶۲ کے تحت مندرج ہے)

آپ لکھتے ہیں: "فامسکت یدی حتّی رایت راجعۃ الناس قد رجعت عن الاسلام یدعون الی محق دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلہ ارٰی فیہ ثلمًا او ھدمًا تکون المصیبۃ بہ علی اعظم من فوت ولایتکم التی انما ھی متاع ایام قلائل" (میں پہلا شخص تھا جس نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کیونکہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ عوام میں سے ایک گروہ اسلام سے برگشتہ ہو رہا ہے اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے وہ لوگوں کو دعوت دے رہا ہے یہ دیکھ کر میں ڈر گیا اور سوچا کہ اگر اسلام اور مسلمانوں کی مدد کے لئے میں نہ اٹھوں گا تو اسلام میں شگاف اور انہدام پیدا ہو جائے گا۔ اور اس تباہی و بربادی کی مدت خلافت سے کہیں زیادہ عرصے کے لئے ہوگی۔ کیونکہ خلافت تو چند روزہ ہی ہے)

پھر نفری شوریٰ میں عبدالرحمٰن بن عوف کے ذریعہ عثمان کا انتخاب کئے جانے پر علیؑ نے اپنی شکایت و آمادگی دونوں کو ان الفاظ میں بیان کیا: "لقد علمتم انی احق الناس بھا من غیری، وواللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیھا جور الاعلیّ خاصۃ" (آپ خود بھی یہ بات جانتے ہیں کہ خلافت کے لئے میں دوسروں کے مقابلے سب سے زیادہ مستحق ہوں۔ خدا کی قسم مسلمانوں کا کام جب تک جاری و ساری ہے اور میرے مخالف اس پر تکیہ کئے ہوئے ہیں کہ مجھے ہر طرف دکھیں اور تنہا میں ہی مظالم کا تختۂ مشق بنایا جاؤں تب تک میں اس کی مخالفت نہ کروں گا بلکہ میں خود کو تسلیم کردوں گا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۷۴)

یہ اقوال اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرت علیؑ نے کلیۃً "یا ہمہ یا ہیچ" کی مذمت کی ہے۔ یہاں حضرت علیؑ کی راہ و روش اور ان کی سیرت کے بارے میں اس سے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس موضوع سے متعلق تاریخی شواہد و دلائل کثرت سے موجود ہیں۔

بقیہ: غدیر اور صوفیا

ہیں اور روحانی تعلیم و تربیت میں بطور خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیمات کو سند سمجھتے ہیں۔ اور انہی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

غدیر کا اعلان اہل دل کے لئے بھی ایک خاص پیغام ہے۔ رسول اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک صرف قانون وضع کرنے والی اور ضابطے مقرر کرنے والی ذات ہی نہیں ہے۔ بلکہ ایسی مبارک ذات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محبت کے لئے بنایا ہے۔ حضورؐ اپنی اُمت سے محبت فرماتے ہیں۔ اور اُمت حضورؐ کی والہ و شیدائی ہے۔ غدیر کے اعلان کے ذریعے حضورؐ نے اُمت کی محبت کا رخ اپنے جانشین کی طرف بھی موڑا ہے۔ اور گویا بتایا ہے کہ اگر مجھ کو چاہتے ہو تو ان کو بھی چاہو۔ مجھ کو مولا اور آقا قرار دیتے ہو تو ان کو بھی آقا اور مولا بنالو۔ اس اعلان پر صوفی بزرگوں نے جس طرح لبیک کہی ہے۔ انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چودہ سو برس سے صوفیا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مبارک کو اپنا آقا اور مولا بنا رکھا ہے۔ اور وہ رات دن اپنے مولا کے فیوض و برکات کو عام کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

غدیر تاریخ کے آئینہ میں

تاریخ اسلام میں مسلمان مختلف النوع اتفاقات وواقعات سے دوچار رہے ہیں۔ جنگ و غزوات، اسلام سے کفار و مشرکین کی مخالفت و عداوت اور فتح و کامیابی وہ واقعات ہیں جو پیغمبر اسلامؐ کی زندگی میں رونما ہوتے رہے ہیں اور محدثین و مورخین و سیرت نگاروں نے اپنی تصانیف میں ان واقعات کی وضاحت کی ہے۔ واقعہ غدیر خم پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی کے آخری سال میں رونما ہونے والے اہم واقعات میں سے ایک تھا۔

پیغمبر اسلامؐ نے سنہ ۱۰ھ میں قطعی حج کا اعلان کیا اور تاریخی شواہد کے بموجب ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کے ہمراہ بیت اللہ الحرام کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے۔ دیگر شہروں اور علاقوں سے نیز یمن سے کچھ مسلمان حضرت علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوگئے اور پیغمبرؐ کی موجودگی میں اس وعدہ گاہ الٰہی میں مسلمانوں کا عظیم ترین اجتماع منعقد ہوا۔ اس عظیم الشان روحانی اجتماع کی عظمت و اہمیت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اس کو حجۃ الوداع، حجۃ الاسلام، حجۃ الکمال اور حجۃ التمام جیسے مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ مراسم حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد پیغمبر اسلامؐ مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم نامی جگہ پر انھوں نے قیام کیا اور نماز ظہر ادا کی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے مدینہ و مصر و یمن و عراق کے حجاج کا قافلہ ایک دوسرے سے جدا ہونے والے تھے۔ نماز ظہر کے بعد جبرئیلؑ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پروردگار عالم کی طرف سے "یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک" آیۂ کریمہ پیش کی۔

اس کے بعد پیغمبرؐ پالان شتر کے منبر پر کھڑے ہوئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا پھر علی ابن ابیطالب (ع) کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے ان کا تعارف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ، اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واحب من احبہ"..... اس کے بعد پیغمبرؐ اور علیؑ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ حاضرین نے علی بن ابیطالب (ع) کی خدمت میں مبارکباد پیش کی اور ان کی مدح میں اشعار بھی پڑھے گئے۔ مبارکباد پیش کرنے والوں میں خلیفہ دوم بھی شامل تھے۔

تاریخ و حدیث کی تمام کتابوں میں غدیر کا یہ واقعہ اسی انداز میں نقل کیا گیا ہے اور تمام مسلمان اس واقعہ کے رونما ہونے پر معتقد ہیں۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ بھی ان تمام واقعات جیسا ہے جو پیغمبرؐ کی حیات میں رونما ہوئے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ واقعہ شروع ہی سے جملہ محدثین اور مورخین کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ پیغمبرؐ کی حیات طیبہ کے دوران رونما ہونے والے واقعات میں سے کوئی بھی واقعہ ایسا نہیں ہے جس نے واقعہ غدیر کی طرح مورخین و محدثین کو ایسی خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کیا ہو۔ اس واقعہ کو ایک سو دس صحابیوں نیز چوراسی تابعین نے مختلف انداز میں نقل کیا ہے اور اسلامی تاریخ و حدیث کی ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی جس میں اس واقعہ کا ذکر نہ ملتا ہو۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس واقعہ پر مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جس میں غدیر کے دن پیغمبرؐ پر نازل ہونے والی آیۂ مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے ابلاغ رسالت کو غدیر خم میں اس کلام الٰہی کی تبلیغ کا اہم جز قرار دیا گیا۔ خطبہ پڑھنے کے بعد پیغمبرؐ نے لوگوں کے سامنے علیؑ کا تعارف پیش کیا اور اس کے بعد پیغمبرؐ پر "الیوم اکملت لکم دینکم"..... آیت نازل ہوئی اور یہی وہ بات ہے جو اس موضوع کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔ فقط پیغمبرؐ کا خطبہ پڑھنا اور مولیٰ کی حیثیت سے علیؑ کا تعارف پیش کرنا اتنی اہم بات نہیں ہے کہ یہ واقعہ تاریخ اسلام میں انفرادی اور غیر معمولی اہمیت کا حامل ہو جائے بلکہ یہ ایک انتہائی اہم واقعہ رہا ہے جس کے بارے میں اختلافات اور بحث و مباحثہ بھی ہوئے ہیں۔ بہرحال اس واقعہ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے ہم عہد پیغمبرؐ کی طرف واپس چلتے ہیں تاکہ واقعہ غدیر خم کے سلسلے میں صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین کے بیانات کا تجزیہ کیا جاسکے۔

• در المنثور نامی کتاب میں سیوطی نے ابن مردویہ کے ذریعہ ابی سعید خدری سے اور انھوں نے ابوہریرہ سے جلد ۲ ص ۲۵۹ و حافظ ابو القاسم بن عساکر دمشقی شافعی نے مذکورہ حوالے سے اور ابو الحسن بن المغازلی شافعی نے کتاب مناقب میں ابوہریرہ سے درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی انہ قال : من صام .... لکم دینکم الآیۃ

یعنی ابو ہریرہ پیغمبر اسلامؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھتا ہے تو خداوند عالم اس کے حساب میں ۶۰ مہینے کے روزہ کا ثواب لکھ دیتا ہے اور یہ دن غدیر کا دن ہے جس میں پیغمبرؐ نے علی ابن ابی طالب (ع) کا ہاتھ پکڑا اور کہا : کیا میں مومنین پر اولیٰ نہیں ہوں؟ سب لوگوں نے کہا کہ یقیناً آپ اولیٰ بالنفس ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں۔ اس کے بعد عمر بن خطاب نے کہا مبارک ہو مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ہیں۔

اور محمد بن حارث بدھشی **مفتاح النجاۃ** میں ابی سعید خدری کے حوالے سے مذکورہ حدیث کو نقل کرتے ہوئے اس کے آخر میں لکھتے ہیں۔ **فنزلت الیوم اکملت .... لعلی بن ابیطالب:**

یعنی اس کے بعد آیہ مبارکہ **الیوم اکملت لکم دینکم** نازل ہوئی اس کے بعد پیغمبرؐ نے کہا دین کی تکمیل اور اتمام نعمت پر اللہ اکبر۔ اور خداوند عالم میری رسالت اور علی بن ابیطالبؑ کی ولایت سے راضی ہوگیا۔ اس حدیث کو ابی سعید خدری اور جابر بن عبداللہ جیسے عظیم صحابیوں نے بھی اسی انداز میں نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام اور تابعین کی حدیثیں بھی مختلف نامور علماء کی کتابوں میں درج ہیں جن کو اس مختصر مقالہ میں نہیں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان احادیث میں یہ کہا گیا ہے کہ آیہ کریمہ **یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک** کا مقصد ولایت حضرت علی بن ابیطالبؑ کا اعلان رہا ہے۔ اس موضوع پر مزید مطالعہ کے لئے کتب احادیث کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

کیا میں مومنین پر اولیٰ نہیں ہوں؟ سب لوگوں نے کہا کہ یقیناً آپ اولیٰ بالنفس ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں۔

مورخین و مصنفین نے دوسری معتبر اسلامی کتابوں میں مختلف انداز سے واقعہ غدیر کو حضرت علی بن ابیطالبؑ کی ولایت کے اعلان سے وابستہ قرار دیا ہے۔ پیغمبرؐ اسلام نے متعدد بار مسلمانوں سے حضرت علی بن ابیطالبؑ کے بارے میں سفارش کی تھی۔ بعثت کے تیسرے سال دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ "کون ہے جو آج سے میری مدد کے لئے آگے بڑھے اور تبلیغ رسالت میں میرا ساتھ دے تاکہ وہی میرے بعد میرا خلیفہ و جانشین ہو۔ لیکن حضرت علیؑ کے علاوہ کسی نے بھی پیغمبرؐ کی آواز پر لبیک نہ کہا۔ علیؑ اٹھے اور کہا: "اے خدا کے پیغمبرؐ! میں اس راہ میں آپ کی مدد کروں گا۔" انھوں نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا۔ تیسری مرتبہ پیغمبرؐ نے علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "تم میرے بعد میرے وصی خلیفہ و جانشین ہو گے۔" اس کے علاوہ حدیث ثقلین میں بھی پیغمبرؐ نے اپنے اہلبیتؑ کے لئے سفارش کی اور اہلبیتؑ کو قرآن کا ہم وزن قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی......"

یعنی میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہلبیتؑ اے مسلمانو! اگر تم لوگوں نے ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اس کے علاوہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں بیان کی ہو اور ان سے مسلمان ناواقف رہ گئے ہوں بلکہ تمام مسلمانوں کو اس حقیقت کا علم تھا کہ پیغمبرؐ حضرت علیؑ سے کتنی محبت کرتے تھے۔ حضرت علیؑ وہی شخص تھے جنھوں نے پیغمبرؐ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی اور جملہ صحابہ کرام کے مقابلے میں پیغمبرؐ سے بہت قریب تھے اور سب لوگوں سے زیادہ سمجھدار تھے اور ہمیشہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ رہے۔ اسی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ ان کے، ان کی زوجہ اور ان کی اولاد کے بارے میں بار بار سفارش کیا کرتے تھے در حقیقت واقعہ غدیر کی اہمیت اس سے کہیں زیادہ ہے جو علماء و محدثین نے نقل کیا ہے مقصد فقط یہ نہ تھا کہ غدیر کے دن انتہائی حساس حالات میں پیغمبرؐ علیؑ کا تعارف کرائیں، انھیں عوام الناس کا مولا قرار دیں اور اعلان ولایت کے بعد آیۂ تکمیل نازل ہو جائے بلکہ امت اسلامیہ کا مستقبل جس اعلان سے وابستہ تھا وہ امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کی ولایت کا اعلان تھا تاکہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد مسلمان پریشانی و گمراہی میں مبتلا نہ ہونے پائیں اور علم و دانش اور جملہ اسلامی مسائل منجملہ تفسیر و حدیث کے سلسلے میں اس کی طرف رجوع کریں جس نے بچپن ہی سے پیغمبرؐ کے دامن میں تربیت حاصل کی ہو اور جو پیغمبرؐ کے اہلبیت میں ہے بہر حال اس مختصر سے مقالے میں فلسفہ غدیر کا احاطہ کرنا ناممکن ہے انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر ولایت و امامت کی اہمیت اور اسلامی معاشرہ کے لئے اس کی ضرورت و افادیت کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی انفرادیت

از: ابوالمختار ظفر قریشی (بھنڈاروی)

حضرت علی علیہ السلام کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو حضرت علیؑ کو دوسروں سے بالکل منفرد و ممتاز کر دیتی ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم و یسیر ہو گئے اور ان کے دادا حضرت عبدالمطلب نے بھی داغِ مفارقت دیدیا تو ان کی پرورش علی کے باپ حضرتِ ابی طالب نے فرمائی اور سِن شعور تک حضورِ اکرم اپنے اس شفیق چچا کے سایۂ عاطفت میں رہے۔ حالانکہ اس وقت حضورؐ کے اور بھی چچا موجود تھے۔ یہ سعادت بواسطہ حضرتِ ابوطالب علیؑ کے علاوہ کسی کو نہ ملی۔

۲۔ تمام عالمِ اسلام میں علیؑ ہی کی ایک ہستی ہے جسکی ولادت کعبۃ اللہ میں ہوئی۔

۳۔ حضرت علیؑ تولد ہوئے تو عام بچوں کی طرح نہ روئے نہ آنکھ کھولی۔ جب ماں نے بچے کو اس طرح ساکت و صامت پایا تو فکر مند ہو گئیں۔ باپ نے جب انھیں اس حال میں دیکھا تو تشویش میں پڑ گئے۔ رسولؐ اللہ نے جب یہ بات سنی تو تشریف لائے اور چچی سے کہا کہ لاؤ میرے بھائی کو میرے ہاتھوں میں دے دو۔ فاطمہ بنتِ اسدؑ علیؑ کی والدہ نے جب بچہ کو رسولؐ کے ہاتھوں میں دیا اس وقت علیؑ نے آنکھیں کھولیں اور دنیا میں سب سے پہلے اللہ کے محبوب کا چہرۂ مقدس دیکھا اور عام بچوں کی طرح رونے لگے۔

۴۔ جب رسولؐ اللہ نے اپنی زبان ان کے منھ میں دی تو وہ چپ ہو گئے اور زبان چوستے چوستے سو گئے اس کے بعد جب بھی ان کی والدہ دودھ پلانے کے لئے اپنا پستان ان کے منھ میں دیتی تھیں، علیؑ منھ پھیر لیتے تھے اور روتے تھے۔ ایسے موقعوں پر رسولؐ اللہ بار بار تشریف لائے اور علیؑ کو اپنی زبانِ مبارک چساتے رہے۔ جس نے اللہ کے محبوب کی زبان بارہا چوسی ہو اس کے علوم ظاہری و باطنی، اس کی فضیلت اور اس کے مدارج کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

۵۔ ولادت کے بعد بچے کا کوئی نام رکھنا ضروری ہوتا ہے والدہ نے اپنے والد کے نام پر ان کا نام اسد رکھا، ابوطالبؑ نے ان کا نام زید تجویز کیا، لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علیؑ پسند کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ان کے نام رکھنے میں ان کے والدین میں اختلاف ہوا اور بات رسولؐ اللہ تک پہنچی تو جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا نام "العلی" سے مشتق کر کے علیؑ رکھا ہے۔ یعنی بلند مرتبے والا۔ (اللہ غنی!)

۶۔ علیؑ ابھی بچے ہی تھے کہ مکہ میں قحط پڑ گیا۔ رسولؐ اللہ نے خیال کیا کہ ابوطالب کثیر العیال ہیں ایسے وقت میں اتنے بچوں کے تنہا کفیل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ نے اپنے چچا حضرتِ عباس سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ ابوطالبؑ کی معاشی حالت ٹھیک نہیں ہے چلئے ان سے گزارش کریں اور ان کے کسی ایک بچے کے کفیل آپ ہو جائیں اور کسی ایک کی کفالت میں اپنے ذمّے لے لیتا ہوں۔ اس طرح ابوطالب کا معاشی بوجھ ہلکا ہو جائے گا حضرتِ عباس نے حضورؐ کی بات سے اتفاق کیا۔ دونوں حضرت ابوطالب کے گھر گئے اور آنے کا مقصد ظاہر کیا۔ ابوطالب خوش ہوئے اور فرمایا عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو اور دو بچوں کو آپ دونوں لے جائیں۔۔۔ لہٰذا حضرتِ عباس نے جعفر کو اور حضورؐ نے علیؑ کو لے لیا۔ اس کے بعد علیؑ نے اپنی پوری زندگی حضورؐ کی آغوشِ تربیت میں گزاری۔

"ظاہر ہے کہ جس کا بچپن اور جوانی رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سایۂ عاطفت میں گزری ہو اسے پیغمبرِ اسلامؐ کے ورثۂ محبوبیت میں سے کیا کچھ نہیں ملا ہوگا؟ اور مدارجِ رسالت کے کس کس گوشے کو نہیں اپنایا گیا ہوگا؟ بقول شخصے

" ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد "

اپنے آپ کو نعمتِ خداوندی سے کس قدر آراستہ و پیراستہ کیا ہوگا تمام ملتِ اسلامیہ میں صرف علیؑ کا ایک وجود ہے جس نے

سب سے پہلے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور چھوٹی عمر میں ہی حضورؐ کی رسالت کی تصدیق فرمائی ہے۔

۸۔ علیؑ اس خاتون کے شوہر ہیں جو رسولؐ اللہ کی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی تھیں جسے افضل النساء، سیدۃ النساء اور خاتونِ جنت کہا گیا ہے۔

۹۔ علیؑ ان بچوں کے باپ ہیں جو ہم شبیہِ مصطفےٰؐ تھے جن سے رسولؐ اللہ نے بے انتہا پیار کیا ہے۔ جنھیں راکبِ دوشِ محمدؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے اور جن کی نسل سے امامت اور ولایت کا سلسلہ چلا ہے۔

۱۰۔ علیؑ وہ متفق الصفات ہیں کہ ہجرت کے موقع پر جب کفارِ مکہ نے رسولؐ اللہ کے گھر کو گھیر لیا تو اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر انتہائی دلیرانہ فراست کے ساتھ رسولؐ اللہ کے بستر پر انھیں کی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ پیغمبرِ اسلامؐ کے بستر پر آرام فرمانا وہ بھی ان کی حیاتِ طیبہ میں کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے؟

۱۱۔ علیؑ کو رسولؐ اللہ نے اپنا وصی کہا ہے۔ وصایت اس کو دی جاتی ہے جو حقیقی وارث، معتمد، عزیز اور مقربِ خاص ہوتا ہے۔

۱۲۔ مقرب دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مجلسی اور دوسرا جسمانی۔ علیؑ کو دونوں طرح کی قربت کا فخر حاصل ہے مجلسی قربت تو اظہر من الشمس ہے۔ لیکن جسمانی قربت کا اندازہ رسولؐ اللہ کے اس قول سے لگائیے۔

فرماتے ہیں:-

"علیؑ مجھ سے ہے میں علیؑ سے ہوں۔ علیؑ میرا گوشت ہے، میرا خون ہے، میرا داماد ہے۔"

جس کے وجود کو رسولؐ اللہ اپنا گوشت اور اپنا خون کہیں اس کی روحانیت بزرگی کا عالم کیا ہونا چاہیئے؟ — اس کی معلومات اور اس کے علم و فراست کی انتہا کیا ہوگی؟ — وہ اللہ کے جلی اور خفی سے کس قدر آگاہ ہوگا؟ — غیبت کا کونسا پردہ اس کی نگاہوں سے اٹھا نہ ہوگا؟ — لیکن رونا تو اس بات کا ہے کہ لوگ رسولؐ اللہ ہی کے علمِ غیب کے قائل نہیں ہیں!

۱۳۔ جب رسولؐ اللہ نے کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کرنے کا قصد کیا تو صرف علیؑ کو اپنے ساتھ لیا حالانکہ وہاں دوسرے اور بھی لوگ تھے — کعبے میں گئے، حضورؐ نے علیؑ کو اپنے کاندھوں پر کھڑے ہونے کا حکم دیا — امام فوق الادب — علیؑ حضورؐ کے کاندھوں پر کھڑے ہوگئے اور آن واحد میں تمام بتوں کو توڑ پھینکا۔ ایسا رسولؐ جس کی پشت پر مہرِ نبوت ثبت ہو؟ — یہ تھی علیؑ کی بزرگی کی معراج!

۱۴۔ اسلام میں سب سے بڑا درجہ شہادت پانے والوں کا ہے۔ ایثار و قربانی کی قسموں میں شہادت آخری درجہ کا نام ہے۔ بغیر اس کے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا، خواہ وہ گھٹیا قسم کا مقصد ہی کیوں نہ ہو۔ جتنا بڑا مقصد اتنی ہی بڑی قربانی۔

طے ہوتی نہیں منزلیں ایثار بغیر
ہر گام پہ اک سانس کی قربانی ہے (ظرفی)

اللہ کے بندوں نے خدا کی راہ میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اسلامی جنگ اور دینی محاذ پر سیکڑوں صحابہ شہید ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا لیکن وہ شہادت جو علیؑ کے کنبے والوں کو نصیب ہوئی، اس کی مثال نہ پہلے کہیں ملتی ہے نہ قیامت تک مل سکتی ہے۔

۱۵۔ دنیائے اسلام میں صرف علیؑ ہی وہ فرد ہیں جنکی ولادت بھی اللہ کے گھر میں ہوئی اور شہادت بھی اللہ کے گھر میں — (ولادت کعبۃ اللہ میں اور شہادت مسجدِ کوفہ میں)

۱۶۔ جب قیامت آئے گی اور حضرت مسیحؑ اور حضرت مہدیؑ کا ورود ہوگا اور بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ مسیحؑ نماز ادا کریں گے تو اس وقت ان کا امام کون ہوگا؟ امام مہدیؑ۔ کون امام مہدیؑ؟ — علیؑ کی اولاد میں بارھویں امام — جو حضرت عیسیٰؑ کی طرح آج بھی خدا کی حفاظت میں زندہ ہیں — جنکی اولاد کی اقتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر نبی کرے اس کے مقام و منصب کا کیا پوچھنا ہے؟

۱۷۔ کرم اللہ وجہہٗ — یہ توصیفی جملہ سوائے علی المرتضیٰؑ کسی اور صحابی کے نام کے ساتھ نہیں بولا جاتا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ حضرت علیؑ نے تصدیق اور اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ ایمان لانے سے پہلے اس شرک کے مرتکب ہوئے۔

۱۸۔ چونکہ مردوں میں حضرت علیؑ نے رسالتِ محمدؐ کی تصدیق سب سے پہلے فرمائی ہے اور حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اس لئے انھیں صدیقِ اکبر بھی کہا گیا ہے۔

۱۹۔ علیؑ ہر ایک جنگ میں رسولؐ اللہ کے ساتھ رہے اور علمِ جنگ کو ہاتھ میں رکھا۔

۲۰۔ علیؑ نے پیغمبرِ اسلامؐ کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

۲۱۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ علیؑ نے دوسروں کے ایمان لانے سے پہلے سات برس تک رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی کوئی تیسرا شخص نماز پڑھنے والا نہیں تھا۔

۲۲۔ کعبۃ اللہ میں تمام صحابۂ کرام سے پہلے رسولؐ اللہ کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ اور حضرت علیؑ نے سنگِ اسود کو بوسہ دیا۔

۲۳۔ حضرت علیؑ کی فضیلت اور انفرادیت کا اس سے زیادہ نمایاں پہلو اور کیا ہو سکتا ہے کہ روئے زمین کے تمام مسلمان پانچوں وقت نماز میں ان کی اولاد پر درود بھیجتے ہیں یہی نہیں بلکہ جب بھی رسولِ خدا کا نامِ نامی محمدؐ زبان پر آئے، اولادِ علیؑ پر درود پڑھا جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ

علی علیہ السلام کون ہیں؟

درحقیقت اس سوال کا جواب کیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ یہ ایک ناممکن ودشوار کام ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ نامور سنی عالم دین جاحظ کا بیان ہے کہ "علیؑ کے سلسلے میں کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔ اگر تذکرۂ علیؑ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کو غلو، خوشامد اور مبالغہ آرائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اگر ذکر علیؑ کا حق ادا نہ کیا جائے تو یہ ان کے ساتھ ظلم ہے۔

علیؑ نسبی فضیلت کی روشنی میں

آپ کے والد حضرت ابوطالب علیہ السلام پیغمبر اسلامؐ کے بہترین یار ومددگار تھے اور انہیں مذہب اسلام کی نصرت کے سلسلے میں مثالی حیثیت حاصل رہی ہے ان کی والدۂ گرامی حضرت فاطمہ بنت اسدؑ بھی جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ کے لئے ایک ماں کی تمام خدمات انجام دیں۔

فاطمہ بنت اسدؑ اس عظیم خاتون کا نام ہے جو مسجد الحرام میں دردِ زہ میں مبتلا ہوئیں اور جب خانۂ خدا کے قریب گئیں تو خانۂ کعبہ کی دیوار شگافتہ ہو گئی اور وہ اس مقدس مکان میں داخل ہو گئیں۔ وہ تین روز تک خدا کے گھر میں عالم ملکوت کی مہمان رہیں اور چوتھے دن ایک چاند جیسے نومولود کے ساتھ اس مقدس گھر سے باہر آئیں اور کہنے لگیں کہ "یہ آواز آئی ہے کہ اس بچے کا نام خداوند عالم کے نام سے مشتق ہے لہٰذا اس کا نام علی رکھ دیجئے" واضح رہے کہ دنیا میں کسی کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی کہ وہ خانۂ امن خداوندی میں ولادت کا شرف حاصل کر سکے۔

علیؑ کی حسبی فضیلت:

مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کے مرتبۂ بیان کا اندازہ لگانا ایک امر محال وناممکن ہے۔ ایمان واعتقاد کے میدان میں ان کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک واقعہ کی طرف معمولی سا اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیائے فانی کو ترک کرنے سے قبل ایک روز خلیفہ دوم نے چھ آدمیوں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں سے ہر ایک کے عیب کی نشاندہی شروع کر دی لیکن جب حضرت علیؑ کی باری آئی تو کہنے لگے "اے علیؑ اگر دنیا کے تمام لوگوں کے ایمان کا آپ کے ایمان سے مقابلہ کیا جائے تو آپ کا ایمان ان لوگوں کے ایمان سے افضل ہوگا" واضح رہے کہ یہ وہ جملہ تھا جو لوگ رسول اکرمؐ کی زبان سے بار بار سن چکے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ "ان کے علم کے سامنے ہم لوگوں کا علم دریا کے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے"

نہج البلاغہ میں مولائے متقیان اپنے علم کے سلسلے میں خود ارشاد فرماتے ہیں۔

سلونی سلونی قبل ان تفقدونی
واللہ لو شئت لاخبرت کل رجل بمخرجہ
ومولجہ وجمیع شانہ لفعلت"

"جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان باقی نہ رہوں۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو تمام لوگوں کی ولادت ووفات اور اس دنیا میں ان کی زندگی کے مختلف حالات

علی کون ہیں علی کون ہیں علی کون ہیں؟

اور ان کے انجام کے بارے میں انہیں باخبر کر دوں گا۔"

دوسرے خطبے میں پھر ارشاد فرماتے ہیں۔

"مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو قبل اس کے کہ میں اس دنیا میں نہ رہوں۔ خدا کی قسم اب سے لیکر قیامت تک کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے بارے میں تم لوگ سوال کرو اور میں اس کا جواب نہ دے سکوں یعنی میں اب سے قیامت تک کی تمام باتوں کا جواب دے سکتا ہوں۔"

اور امیر المومنین حضرت علیؑ کی عدالت و پرہیزگاری کے سلسلے میں نہج البلاغہ میں منقول خود ان کا یہ کلام کافی ہے کہ

"خدا کی قسم اگر پوری دنیا مجھے دیدیں اور مجھ سے مطالبہ کریں کہ میں چیونٹی کے منہ سے جو کی پوست ناحق چھین لوں تو میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔"

خلافت کی ذمہ داری قبول کرنے کے فوراً بعد اپنے جوشیلے خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"بیت المال کی اصلاح وحفاظت لازمی ہے اور اسلامی مساوات و برابری کا پورا خیال رکھنا چاہیئے خدا کی قسم بیت المال سے جو چیز ناحق حاصل کر لی گئی ہے اسے میں دوبارہ حاصل کروں گا چاہے وہ ان کی عورتوں کا مہر ہی کیوں نہ بن گئی ہو۔"

عیسائی دانشور جارج جرداق حضرت علیؑ کی عدالت پسندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "قتل فی محرابہ بعدالتہ" یعنی وہ (علیؑ) اپنی عدالت پسندی کی وجہ سے ہی قتل کر ڈالے گئے۔"

جہاں تک حضرت علیؑ کی غذا و خوراک اور لباس و رہائشگاہ کا سوال ہے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔

"اقنع من نفسی ان یقال امیر المومنین و لا اشارکھم فی مکارہ الدھر" یعنی کیا میں فقط اس بات پر قناعت کر لوں کہ دوسروں کا صدر و سردار ہوں اور ان لوگوں کے مصائب میں شرکت نہ کروں؟!

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام ایک خطبے میں اپنے گھر والوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں بہترین کھانا اور عمدہ لباس حاصل کر سکتا تھا لیکن ھیھات ان یغلبنی ھوائی ولعل بالحجاز او الیمامۃ من لاطمع لہ فی القرص ولاعھد لہ بالشبع" یہ انتہائی بعید و ناممکن ہے کہ نفس مجھ پر غالب ہو سکے میں اچھی غذا کھاؤں اور عمدہ کپڑے پہنوں ممکن ہے حجاز یا یمن کے دور ترین علاقے میں کوئی شخص بھوکا ہو یا پیٹ بھر کھانا نہ کھایا ہو۔" جارج جرداق نے کیا خوب کہا ہے کہ "حوض، تالاب، ندی اور سمندر کے پانی میں تلاطم کی صلاحیت ہوتی ہے لیکن تنہا علیؑ کے وجود کے دریا میں کبھی تلاطم نہیں نظر آیا اور کوئی شخص کسی چیز سے انہیں تلاطم میں مبتلا نہیں کر سکا۔"

رسول اکرمؐ نے حدیث ثقلین میں (جو سنی و شیعہ دونوں کے نزدیک ایک مستند حدیث ہے) قرآن وعترت کو مسلمانوں کے لئے دو مضبوط پشتوانہ قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ مرحوم میر حامد حسینی صاحب ثعبان الانوار نے اہلسنت کی پانچ سو دو کتابوں سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ "بیشک تم لوگوں کے درمیان میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ قرآن اور میری عترت یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں گے۔"

رسول اکرمؐ نے قرآن مجید امت کے سپرد کر دیا تاکہ لوگوں کی رہنمائی ہو سکے۔ اس کتاب کے بارے میں خدائے وحدہ لاشریک ارشاد فرماتا ہے۔

"ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ" "ہم نے تمہارے اوپر ایک کتاب نازل کی جو تمام چیزوں کو بیان کرنے والی ہے۔

اور حدیث معصوم ہے کہ اختلافات کے موقع پر ہمیں اس کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

جب فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح تمہارے اوپر حملہ آور ہوں تو تمہیں قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

رسول مقبولؐ اپنی عترت کو بھی ایک گوہر گرانقدر کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں کیونکہ ان کے اہلبیتؑ قرآنی تعلیمات کے سایہ میں بشریت کو نجات کا راستہ دکھاتے ہیں اور ان کی پیروی کے ذریعہ ہی انسانیت کی کشتی کو ساحل نجات تک پہونچنے کا اعلان کرتے ہیں اور ان کے دامن کو حبل المتین قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس مختصر مقالہ کو جارج جرداق کے اس جملے پر ختم کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ان کی کتاب "الامام علی صوت العدالۃ الانسانیہ" کے ابتدائی صفحات پر مندرج ہے۔ وہ اپنی کتاب کی ابتدا مدح علیؑ میں لکھے گئے ایک عیسائی شاعر کے اشعار سے کرتے ہیں۔ ان اشعار میں شاعر کہتا ہے کہ "اگر میرے اوپر اعتراض ہو کہ تجھکو پوپ کی مدح میں شعر کہنا چاہیئے تو نے مدح علیؑ میں شعر کیوں لکھا تو میں جواب دوں گا کہ میں فضیلت کا عاشق ہوں اور علیؑ کو میں سرچشمۂ فضیلت پاتا ہوں اسی وجہ سے میں نے علیؑ کی مدح میں شعر کہا ہے۔

نفسِ نبی ص

حضرت علیؑ کی انفرادیت

از: الحاج محمد مصطفیٰ شائق ناگپوری

میرا موضوع ایسا بسیط اور وسیع ہے جس کے لئے مجھ جیسے مشغول اور کم بضاعت شخص کے لئے قلم اٹھانا آفتاب کو سورج دکھانا ہے لیکن بہر حال یہ ایک سعادت ابدیہ ہے جسے نصیب ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ذکر علی عبادۃ یعنی علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔ تو پھر ہم اس سعادت و عبادت سے کیوں محروم رہیں۔ دین و یقین کی باتیں ہیں آخرت کا سودا ہے۔ خدائے تعالیٰ توفیق دے اور غیب سے تائید عطا فرمائے۔

ایک جملہ اپنے معزز ناظرین کے گوش گذار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے کتب شیعہ سے کوئی روایت نہیں لی ہے لہٰذا حضرات شیعہ امامیہ سے معذرت خواہ ہوں کہ وہ کوئی خیال نہ فرمائیں گے چونکہ میں جس مسلک کا پابند ہوں اس کے عقائد و مسلمات پیش نظر ہیں۔

دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے بہترین سرمایہ قیامت تک کے لئے قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اگر مسلمان صحیح معنوں میں قرآن و احادیث کی طرف رجوع کریں تو ان کے تمام دینی اور دنیاوی مسائل بڑی آسانی سے حل ہو سکتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی کو ہم قرآن و احادیث کی روشنی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین فیصلہ کر سکیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کوئی ذات سب سے افضل ہے تو وہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات بابرکات ہے۔

قرآن جابجا مولا علیؑ کی مدح سرائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

صحابی پیغمبرؐ حضرت عبداللہ جن کا مبلغ علم قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر میں اظہر من الشمس ہے، فرماتے ہیں:

"حضرت علیؑ کی شان میں اور ان کی مدح میں قرآن مجید کی تین سو سے زیادہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔"

مولا امیر المومنین حضرت علیؑ کی فضیلت تمام صحابۂ کرام پر اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں یاایھا الذین اٰمنوا یعنی اے ایمان والو کہہ کر خطاب کیا گیا ہے، اس خطاب کے امیر و شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں یعنی قرآن میں جہاں جہاں ایمان والوں کا ذکر ہے تو ان ایمان والوں کے امیر و سردار حضرت علیؑ ہیں چاہے زمانۂ رسولؐ کے اہل ایمان ہوں یا بعد رسولؐ قیامت تک کے اہل ایمان۔ چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

"قرآن میں جہاں لوگوں کو اے ایمان والو کہہ کر خطاب کیا گیا ہے اس خطاب کے امیر و شریف حضرت علیؑ ہیں۔ خدا نے اصحاب پیغمبر پر بعض مقامات پر عتاب بھی کیا ہے لیکن حضرت علیؑ کا ذکر ہر جگہ قرآن میں خیر کے ساتھ کیا ہے۔"

اس فضل و شرف پر مولائے کائناتؑ کو فخر و ناز بھی تھا اور ہونا بھی چاہیئے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے لنا کرائم القرآن یعنی قرآن کی باعظمت و باکرامت آیتیں ہماری ہی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

اصبغ ابن نباتہ فرماتے ہیں:

صحابی پیغمبرؐ اصبغ بن نباتہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ فرماتے تھے کہ قرآن چار حصوں میں نازل ہوا ہے۔ ایک چوتھائی ہماری شان میں ہے اور ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں ایک چوتھائی قصص و امثال میں ہے اور ایک چوتھائی فرائض و احکام میں ہے اور ہماری شان میں قرآن کی باعظمت و باکرامت آیتیں ہیں۔

علامہ عبداللہ امرتسری نے اپنی مایۂ ناز کتاب "ارجح المطالب" کے دوسرے باب کا عنوان "النص الجلی ممانزل من کتاب اللہ فی علی" قرار دیا ہے۔ اس باب میں انہوں نے قرآن مجید کی ۸۶ آیتیں جمع کی ہیں او معتبر اسناد و ماخذ اور علمائے اہلسنت کے حوالوں سے احادیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ آیتیں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ علامہ حیدر علی مرحوم (شیعی) سابق مدیر "اصلاح" نے اپنی ایک تالیف "قرآن ا ناطق" میں تین سو چھیالیس ۳۴۶ آیتیں جمع کیں ہیں اور علمائے اہلسنت کے حوالوں سے ثابت فرمایا ہے کہ یہ سب آیتیں حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

بہر حال مختصر مضمون میں ان تمام آیات قرآنی کا جو حضرت

مولا امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں، ذکر ممکن نہیں ہے اس لئے ہم چند آیتوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد کچھ احادیث پیش کریں گے تاکہ ناظرین مولائے کائناتؑ کی عظمت و جلالت کا کسی قدر اندازہ اور احساس کر سکیں۔

- انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا:

ترجمہ: خدا تو بس یہی چاہتا ہے اے اہلبیت کہ تم سے ہر قسم کی نجاست (گناہ) کو تم سے دور رکھے اور ایسا پاک و طاہر رکھے جیسا پاک و طاہر رکھنے کا حق ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک صبح کو رسالت مآبؐ ایک سیاہ بالوں کی منقش چادر اوڑھے ہوئے تشریف لائے پس امام حسنؑ آئے حضرت نے انکو اس میں داخل کر لیا پھر امام حسینؑ آئے حضرت نے ان کو بھی اس میں داخل کر لیا پھر جناب فاطمہؑ تشریف لائیں آپ نے ان کو بھی لے لیا پھر جناب علیؑ تشریف لائے آپ نے انکو بھی اس میں لے لیا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ انما یرید اللہ الخ یعنی خدا تو بس یہی چاہتا ہے اے اہلبیت تم سے ہر قسم کی نجاست (گناہ) کو تم سے دور رکھے اور ایسا پاک و صاف رکھے جیسا کہ پاک و صاف رکھنے کا حق ہے۔

یعنی صحابی پیغمبر حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ یہ آیت (تطھیر) پنجتن یعنی حبیب خداؐ علی مرتضیٰؑ فاطمہ زہراؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ترجمہ: ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسولِ خداؐ نے امام حسنؑ امام حسینؑ علیؑ اور جناب فاطمہؑ کو چادر اڑھائی اور فرمایا اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں یہ میرے خاص ہیں ان سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھ اور انہیں پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنا چاہئے پس ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں بھی ان میں ہوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اپنی جگہ ٹھہری رہو بیشک تم خیر پر ہو، یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

اے اہلبیتؑ خدا تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

علامہ عبداللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو مسلم، ترمذی، دولابی، بیہقی، ابن جریر، ابن منذر، حاکم، ابن مردویہ اور علامہ سیوطی نے روایت کیا ہے۔

پیغمبرؐ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولِ خدا جب نماز صبح کے لئے نکلتے تھے تو جناب فاطمہ زہراؑ کے دروازے پر فرماتے تھے اے اہلبیتؑ! خدا تم پر رحمت نازل کرے (الصلوٰۃ) تین مرتبہ کہتے تھے اور یہ سلسلہ برابر چھ مہینے تک جاری رہا۔

صحابی پیغمبر ابو حمرا کہتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں نو ماہ تک رہا حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ صبح کو حضرت فاطمہؑ کے دروازہ پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے اے اہلبیتؑ خدا تم پر رحمت نازل کرے اور اس کے بعد یہ آیت پڑھتے تھے "اے اہلبیت خدا تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔"

علامہ امرتسری فرماتے ہیں کہ اس روایت کو طبرانی، ابن مردویہ اور ابن جریر نے بھی نقل کیا ہے لیکن ان لوگوں نے آٹھ مہینے لکھا ہے اور یہی علامہ سیوطی نے بھی تحریر کیا ہے۔

۲۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔

ترجمہ: پس تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ کے حضور جھکے ہوئے۔

اس آیت کے نزول کے بارے میں واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: اکثر تفسیروں میں مذکور ہے کہ یہ آیت علی مرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا سبب نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول خداؐ اپنے حجرۂ مبارک سے برآمد ہوئے اور مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگوں میں سے کچھ رکوع میں ہیں کچھ قیام میں ہیں حضرتؐ کی نظر ایک سائل پر پڑی حضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے ایک انگوٹھی چاندی کی حضرت کو دکھا کر کہا یہ انگوٹھی مجھے دی، ہے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا حضرت نے پوچھا کس حالت میں تجھے دی ہے سائل نے کہا اعطانی وھو راکع یعنی حضرت علیؑ نے مجھے یہ انگوٹھی حالت رکوع میں عطا فرمائی ہے۔ یہ سن کر حضرت نے تکبیر کہی اور پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی انما ولیکم اللہ الخ یعنی بس تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ کے حضور جھکے ہوئے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے زکوٰۃ کی پوری ماہیت، کیفیت اور حالت کا جائزہ لے کر تکبیر پڑھی اس کے بعد آیت کی تلاوت فرمائی تاکہ کسی قسم کے احتمال کی گنجائش باقی نہ رہے۔

اس آیت کی شانِ نزول کے سلسلے میں علامہ زمخشری رقم طراز ہیں:

ترجمہ: بیشک یہ آیت نازل ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں جس وقت سائل نے آپ سے سوال کیا

حالانکہ آپ نماز میں حالت رکوع میں تھے آپ نے انگشتری اتار کر سائل کے سامنے ڈال دی انگوٹھی آپ کی انگلی میں ڈھیلی تھی بلا تکلف نکل گئی اور عمل کثیر بھی واقع نہ ہوا جو نماز کو خراب کر سکے یعنی اگر تم یہ کہو کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ آیت علیؑ ہی کے لئے ہے کیونکہ اس میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے تو میں جواب میں عرض کروں گا کہ اگرچہ سبب دراصل اس میں ایک ہی ذات ہے یعنی حضرت علیؑ لیکن اس میں ترغیب ہے دوسرے لوگوں کے لئے بھی تاکہ ان کے مثل عمل کر کے انہی کے موافق ثواب حاصل کریں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اگر جمع کا صیغہ مستعمل ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہر زبان میں اظہار عظمت کے موقع پر واحد کی جگہ جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب تفسیر بیضاوی تحریر فرماتے ہیں:

یعنی دیتے ہیں وہ زکوٰۃ حالت رکوع میں نماز پڑھتے ہوئے احسان پر رغبت اور نیکی پر سرعت کی وجہ سے یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب نماز پڑھتے ہوئے رکوع کی حالت میں تھے اور ایک سائل نے سوال کیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی مرحمت فرمائی۔

علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

یعنی حضرت سلمہ بن کہیل فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی خیرات کی تو ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

صحابی پیغمبرؐ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں:۔

یعنی جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے حضرت رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میں نے علیؑ کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی انگوٹھی تصدق کی ایک محتاج کو حالت رکوع میں پس ہم انہیں دوست رکھتے ہیں۔

تفسیر حقانی میں ہے:

یعنی لوگوں نے اس کو یؤتون الزکوٰۃ سے حال بنا کر حالت رکوع میں اللہ کے لئے انگوٹھی دینا حضرت علیؑ کی نسبت روایت کیا ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی مجددی تحریر فرماتے ہیں:

عبدالرزاق بن عبدالوہاب بن مجاہد نے اپنے باپ کی روایت سے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت انما ولیکم اللہ حضرت علی ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے علامہ ابوبکر بن مردویہ نے دوسری سند سے بھی حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے اور حضرت علی کا بھی یہی قول بیان کیا ہے اور ابن جریر نے مجاہد کی روایت سے اور ابن حاتم نے سلمہ بن کہیل کی روایت سے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔ اور امام ثعلبی نے ابوذرؓ کی روایت سے اور حاکم نے علوم الحدیث میں حضرت علیؑ کا قول اسی طرح لکھا ہے۔ یہ تمام شواہد ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔

دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس واقعے سے متعلق نہایت عمدہ قصیدہ کہا ہے جس کے تین شعر یہ ہیں۔

فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعا فدتک
نفوس الخلق یا خیر راکع بخاتمک المیمون
یا خیر سید یا خیر سابق ثم یا خیر راکع
فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ و بینھا فی محکمات
الشرائع۔

ترجمہ: اے علیؑ تمہاری ہی وہ ذات ہے جس نے بحالت رکوع بخشش کی ہے۔ اے بہترین بخشش کرنے والے خلق خدا کی جان تم پر فدا ہو۔ اے بہترین سردار اے بہترین سجدہ کرنے والے اور بہترین رکوع کرنے والے تم نے اپنی مبارک انگشتری راہ خدا میں سائل کو عطا کی تو خدا نے تیری ولایت پر نص نازل کر دی اور اس کو شریعت کے محکمات میں بیان فرمایا۔

رسولؐ اکرم نے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ولایت کو اپنی ولایت قرار دیا ہے چنانچہ آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ اے خدا جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی اس کو چاہیئے کہ وہ علی سے محبت کرے اس لئے کہ ان کی ولایت میری ولایت ہے اور میری ولایت خدا کی ولایت ہے۔

۲۔ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ۔

ترجمہ: پھر حضرت آدم نے سیکھ لئے کچھ کلمے اپنے پروردگار سے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔

اس آیت کے سلسلہ میں سید سلیمان قندوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ابن مغازلی بسند معتبر سعید ابن جبیر سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ وہ کلمات کیا تھے جو جناب آدمؑ کو خدا کی طرف سے ملے اور ان کی توبہ قبول کی گئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ نے سوال کیا علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ دے کر تو خدا نے ان کی توبہ قبول کی اور انہیں بخش دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ابن نجار نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ وہ کلمات کیا تھے جو خدا کی طرف سے حضرت آدمؑ پر القا کئے گئے تھے اور ان کے سبب حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدمؑ نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے واسطے دے کر خدا سے دعا کی تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔[۲۵]

علامہ متقی رقم طراز ہیں:

ترجمہ: حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا سے قول خداوندی فتلقی آدم من ربہ الخ کے متعلق سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جناب آدمؑ کو ہند میں اتارا، حضرت حواؑ کو جدہ میں اور ابلیس کو بیسان میں اور سانپ کو اصفہان میں اور اس وقت سانپ کے پاؤں تھے اونٹ کے پاؤں کی طرح پس حضرت

آدم ہند میں سو سال ٹھہرے رہے اپنی خطا پر روتے رہے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو ان کے پاس بھیجا اور ان کے ذریعہ کہلا کر اے آدمؑ کیا میں نے تمہیں اپنے دست قدرت سے نہیں پیدا کیا اور کیا تم میں میں نے اپنی روح نہیں پھونکی؟ اور کیا میں نے تمہیں مسجود ملائک نہیں بنایا؟ اور کیا میں نے اپنی کنیز حوّا سے تمہارا عقد نکاح نہیں کیا؟ جناب آدمؑ نے عرض کی بیشک! ارشاد اقدس ہوا پھر یہ گریہ وزاری کیسی؟ جناب آدمؑ نے عرض کی کہ کیونکر گریہ زاری نہ کروں کہ جوار رحمان سے منتقل کر دیا گیا ہوں۔ خداوند عالم نے فرمایا آدمؑ تم اپنے لئے ان کلمات کو لازم کر لو بیشک خدا تمہاری توبہ قبول کرنے والا ہے اور تمہاری خطا معاف کرنے والا ہے۔ بس اس طرح دعا کرو۔ خدایا میں تجھ سے بحق محمدؐ و آل محمد سوال کرتا ہوں پاک ہے تیری ذات اور نہیں تیرے سوا کوئی معبود۔ مجھ سے خطا واقع ہوئی اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا میری توبہ قبول فرما اور بیشک تو توبہ کا قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے حضرت آدمؑ نے یہ کلمات اپنی زبان مبارک پر جاری کئے اور یہی وہ کلمات تھے جو حضرت آدمؑ پر نازل کئے گئے تھے اور بحق محمدؐ و آل محمدؐ ان کی دعا قبول ہوئی۔

مجاہد ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ اور ان کے قالب میں اپنی روح کو ڈالا تو حضرت آدم چھینک کر الہام ربانی سے شکر خدا بجالائے خدا نے یرحمک اللہ کا جواب دیا۔ پھر فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا تو حضرت آدم نے بوجہ عجب خدا سے عرض کیا کہ کیا کوئی مخلوق تو نے مجھ سے زیادہ محبوب پیدا کی ہے؟ جناب الٰہی سے جواب نہ ملا پھر دوبارہ عرض کیا تب بھی جواب نہ ملا اسی طرح تیسری مرتبہ پوچھا اور جواب نہ پایا چوتھی دفعہ کے استفسار پر ارشاد ہوا کہ اگر ہم ان کو نہ پیدا کرتے تو تجھے بھی پیدا نہ کرتے آدمؑ نے عرض کیا اے پروردگار وہ اشخاص مجھے دکھا کہ کون ہیں؟ خدا تعالیٰ نے عرش کے پردہ دار فرشتوں کو پردہ اٹھانے کا

جب آدمؑ زمین پر اتارے گئے تو انھوں نے ایک انگوٹھی بنا کر اس پر محمدؐ رسول اللہ کندہ کیا اور حضرت آدمؑ کی کنیت ابو محمدؐ ہوگئی۔

حکم دیا جب انہوں نے پردہ اٹھایا تو عرش کے سامنے پانچ صورتیں نظر پڑیں۔ آدمؑ نے کہا پروردگار یہ کون سے بزرگ ہیں؟ باری تعالیٰ نے ارشاد کیا کہ یہ میرا نبیؐ ہے اور امیر المومنین علیؑ ہے اور یہ میرے نبیؐ کی بیٹی فاطمہؑ ہے اور یہ حسنؑ و حسینؑ علیؑ کے دونوں بیٹے ہیں اور یہی سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔ آدمؑ کو ان کے دیکھنے سے خوشی ہوئی۔ پس آدمؑ سے لغزش سرزد ہوئی تو آدمؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار میں ان پنجتن پاک کو وسیلہ گردان کر عرض کرتا ہوں کہ میری خطا سے درگذر فرما پس خدا نے

حضرت آدمؑ کو بخش دیا یہی وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ یعنی پس سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے اور توبہ کی ان کے ذریعہ سے پس ان کی توبہ قبول ہوئی پھر جب آدمؑ زمین پر فلک سے گئے تو انھوں نے ایک انگوٹھی بنا کر اس پر محمد رسول اللہ کندہ کیا اور حضرت آدمؑ کی کنیت ابو محمد ہو گئی۔[۲۲]

۲۔ وقفوھم انھم مسئولون[۲۳]

ترجمہ: روکو اہل محشر کو کہ ان سے پوچھنا ہے۔

صحابی پیغمبر ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ ان النبی قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ[۲۴]

یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ٹھہراؤ انہیں کہ ان سے پوچھا جائے گا ولایت علی ابن ابی طالب کے بارے میں۔

علامہ واحدی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ روایت ہے کہ ولایت حضرت علی اور اہلبیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ خلق خدا کو جتلا دیں کہ اپنی رسالت کی تبلیغ کی کوئی مزدوری اپنے اہلبیت کی محبت کے علاوہ نہیں چاہتے اس کا مطلب یہی ہے کہ ان سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ تم لوگوں نے نبیؐ کی وصیت کے مطابق ان کی ولایت کو مانا یا یوں ہی چھوڑ دیا۔ اگر چھوڑ دیا تو ان سے مواخذہ کیا جائے گا۔

صحابی پیغمبر عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں:

وقفوھم انھم مسئولون یوم القیامۃ عن ولایۃ علیؑ[۲۵]

یعنی ان کو ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائیگا۔

اس حدیث کو امام واحدی، علامہ ابوبکر مردویہ اور صاحب فردوس الاخبار علامہ دیلمی نے روایت کی ہے۔[۲۶]

علامہ سید سلیمان قندوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: مناقب میں ثمامہ ابن عبداللہ بن انس بن مالک نے اپنے اب وجد اور انہوں نے رسول خدا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ قیامت کے روز جہنم پر جب پل صراط نصب کیا جائے گا تو اس پر سے گذر کر وہی لوگ جنت میں جاسکیں گے جس کے پاس علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا پروانہ ہو گا۔ اور یہی بات خدا نے اپنے کلام (وقفوھم انھم مسئولون) میں بیان فرمائی ہے یعنی ان کو روکو ان سے پوچھنا ہے ان سے سوال کیا جائیگا ولایت علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں۔

اور یہی قول علامہ کلبی کا بھی ہے [۲۹]

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

(سلام علی الیاسین) وھی قرائۃ ابن مسعود و قرأ آخرون (سلام علی آل یسین) یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۳۰]

ترجمہ: سلام علی الیاسین یہ قرأت ابن مسعود کی ہے لیکن دوسرے قاریوں نے سلام علی آل یاسین پڑھا ہے یعنی سلام ہو آل محمدؐ پر:

امام بخاری فرماتے ہیں:

ابن عباس نے کہا ہے کہ آل یاسین آل محمد ہیں [۳۱]

عامر اور حضرت یعقوب ان قاریوں نے لفظ آل کی اضافت لفظ یاسین کی طرف دیتے ہوئے آل یاسین پڑھا ہے یعنی آل یاسین یا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۳۲]

علامہ بیضاوی تحریر فرماتے ہیں:

یاسین حضرت الیاس کے والد کا نام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یاسین حضرت محمد مصطفےٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کا نام ہے [۳۳]

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:

"بعض اقوال میں آیا ہے کہ یاسین سے مراد رسول اللہ ہیں" [۳۴]

علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں:

مفسرین کی ایک جماعت نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آل یسین سے مراد آل محمد علیہم السلام ہیں

آیت (۵):

سلام علی آل یاسین۔

ترجمہ: آل یسین پر سلام ہو۔

صحابیٔ پیغمبر عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ:

اے علی آل محمد [۳۵] یعنی آل محمد پر سلام ہو۔

"آل یسین سے آل محمدؐ علیہم السلام مراد ہیں" اس کی روایت علامہ کلبی نے کی ہے علامہ فخر الدین رازی نے اربعین میں اور علامہ سمہودی شافعی نے فضل الشرفین میں نیز علامہ ابن حاتم علامہ طبرانی، علامہ ابن مردویہ نے بھی یہی روایت کی ہے۔ اور علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر در منثور میں یہی بیان کیا ہے [۳۶]

علامہ حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: یعنی مفسرین کی ایک جماعت نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آل یسین سے مراد آل محمدؐ علیہم السلام ہیں۔

حبر الامت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تنویر المقیاس میں نقل فرماتے ہیں:

(سلام علی آل یاسین) علی آل محمد علیہ السلام۔

ترجمہ: سلام علی آل یاسین سے مراد ہے سلام علی آل محمدؐ یعنی آل محمد پر سلام ہو [۳۷]

علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن میں آل یاسین سے مراد آل محمدؐ ہیں [۳۸]

علامہ فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: سلام علی آل یاسین کو حضرت نافع جناب ابن

ترجمہ: امام فخر الدین رازی نے بیان فرمایا ہے کہ اہلبیت رسول پیغمبر خدا سے پانچ چیزوں میں برابر ہیں: سلام میں پس السلام علیک ایہا النبیؐ رسول کے لئے ہے یعنی سلام ہو اے نبی تم پر تو اہلبیت رسالت کے لئے ہے سلام علی آل یاسین یعنی سلام ہو تم پر اے آل محمدؐ، صلوٰۃ میں برابر ہیں۔ رسول خداؐ پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور آل محمدؐ پر بھی صلوٰۃ پڑھتے ہیں نماز میں تشہد کے بعد کہتے ہیں اللھم صل علی محمد وآل محمد یعنی اے خدا صلوٰۃ بھیج محمد پر اور آل محمدؐ پر۔ طہارت میں خدا نے آنحضرتؐ کو طٰہٰ کہا ہے یعنی اے طاہر اور اہلبیت کے لئے کہا ہے طاھر کر و تطھیرا۔ تم کو ایسا پاک رکھے جو طاہر رکھنے کا حق ہے حرمت صدقہ میں، رسول خدا پر صدقہ حرام ہے تو آل محمدؐ پر بھی صدقہ حرام ہے۔

محبت میں، رسول خداؐ کے لئے خدا نے فرمایا ہے کہ اے رسولؐ کہدو کہ میری یعنی نبیؐ کی پیروی کرو خدا تمہیں دوست رکھے گا اور اہلبیت کے لئے خدا فرماتا ہے کہ اے رسول کہہ دو میں تبلیغ رسالت کی مزدوری تم سے کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اہلبیت سے محبت کرو۔

آیت (۹):

وانذر عشیرتک الاقربین

ترجمہ: اے رسول تم اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈرا دو۔

دعوت ذوالعشیرہ

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چوتھے سال بعثت کے جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے حضرت علی کو بلا کر کہا کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے عزیز و اقارب کو ڈراؤں پس تم کھانے کا انتظام کرو اور انہیں مدعو کرو۔ حضرت علی نے انتظام کیا جب سب عزیز و اقربا جمع ہو گئے تو تعداد میں تقریباً چالیس تھے کھانا کم تھا حضرت نے اس میں سے کچھ چکھ کر ملا دیا جس کی برکت سے سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اور کھانا بچ بھی گیا۔ ابولہب نے کہا کہ دیکھو تمہارے صاحب نے جادو کر دیا ہے۔ مجمع منتشر ہو گیا اور حضرتؐ کچھ کہہ نہ سکے۔ دوسرے روز پھر اسی طرح انتظام کیا جب سب کھا چکے تو رسول اللہ صلعم نے کہا "اے اولاد عبدالمطلب میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی دعوت دوں تم میں کون شخص ہے جو اس کام میں میری مدد کرے اور میرا بھائی اور میرا وصی اور نائب ہو جائے۔ یہ سن کر سب کے سب جھجکے جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں سب سے کم عمر تھا میں نے کہا یا نبی اللہ میں اس کام میں آپ کا مددگار ہوں گا یہ سن کر آپ نے میری گردن پکڑی اور فرمایا یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا نائب ہے تم اس کی بات سنو اور اس کا کہنا مانو لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اس نے ہمیں حکم دیا ہے

اے رسول کہہ دو۔

میں تبلیغ رسالت کی مزدوری

تم سے کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے

اہلبیت (ع) سے محبت کرو۔

کہ ہم علی کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔

ترجمہ: حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ دوسرے روز بعد طعام رسول خدا نے فرمایا۔ "اے اولاد عبدالمطلب خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ قوم عرب میں کوئی ایسا جوان آیا ہو اور مجھ سے بہتر چیز لے کر آیا ہو۔ میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور بیشک خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس امر خیر کی طرف بلاؤں پس کون ہے تم میں جو اس امر میں اور اس کار خیر میں میرا بوجھ بٹائے گا (امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ) اس میں نے کہا یا رسول اللہ اگرچہ میں ان لوگوں سے کم سن ہوں میری آنکھیں ستھری نہیں ہیں شکم بڑا اور پنڈلیاں کمزور ہیں مگر یا نبی اللہ میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا اور اس امر خیر میں آپ کے ساتھ شریک ہو کر بوجھ اٹھاؤں گا پس آنحضرت نے میری گردن پکڑ کر فرمایا کہ تم میں یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے میرا خلیفہ ہے لہذا تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو پس پوری قوم ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور ابوطالب سے ہنسی کے طور پر کہنے لگی کہ لو اب یہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (اس کی روایت ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوبکر بن مردویہ اور ابونعیم نے کی ہے)

آیت (۱۰)

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی

اے رسول تم مسلمانوں سے کہدو کہ میں تبلیغ رسالت کی تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا سوائے میرے قرابت داروں کی محبت کے۔

عبداللہ ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدو اے محمدؐ کہ میں اس ہدایت کے بدلے کچھ اجرت طلب نہیں کرتا ہوں مگر قرابت داروں کی محبت۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جن لوگوں کی محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے وہ کون ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے (حسنؑ و حسینؑ) ہیں (اس کو امام احمد، ابی حاتم، طبرانی اور بغوی نے مقاتل سے روایت کیا ہے کلبی، حاکم، دیلمی اور طبرانی نے بھی اس کی روایت کی ہے)۔

علامہ سید سلیمان قندوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ اس آیت کے متعلق ابن عباس نے پوچھا تو سعید ابن جبیر نے فرمایا کہ "قربیٰ" سے مراد آل محمدؐ ہیں۔

علامہ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: جواہر العقدین میں ابوالشیخ بن حیان اپنی کتاب الثواب میں واحدی کے طریقے سے انھوں نے ابوہاشم زمانی سے انہوں نے زوان سے انہوں نے جناب امیرؑ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سورۂ حمعسق (سورۂ شوریٰ) میں ایک آیت ہماری محبت کے بارے میں ہے یاد رکھے گا اسے مگر ہر مومن پھر حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی قل لا اسئلکم علیہ الخ۔

نیز فرماتے ہیں:

ترجمہ: ملا نے اپنی سیرت میں لکھا ہے جس کو علامہ محب طبری نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے بیان فرمایا کہ تم پر خدا نے میرا اجر میرے قرابت داروں کی محبت کو قرار دیا ہے اور میں قیامت میں تم سے اس کا سوال کروں گا۔

باقی ص ۴۶ پر

درس چہل و چہار

متمم فعل

متمم فعل ایک یا چند کلمے یا عبارت ہوتے ہیں جو کسی حرف اضافہ کے ساتھ جوڑنے پر فعل کے مفہوم کی توضیح میں اضافہ کرتے ہیں۔

متمم اور مفعول میں کئی لحاظ سے تفاوت ہے :

اوّل یہ کہ مفعول فعلہای متعدی کے ساتھ مخصوص ہے ۔ لیکن ہر فعل خواہ لازم ہو یا متعدی ممکن ہے کہ وہ متمم ہو سکے۔

جملہ "ایرج آمد" میں فعل آمدن لازم ہے لہٰذا جملہ مفعول کا محتاج نہیں اور بغیر اس کے بھی مکمل معنی دیتا ہے۔

جملہ "ایرج کتاب آورد" میں فعل "آوردن" "متعدی" اس بنا پر اس کے معنی بغیر مفعول کا ذکر کئے ہوئے مکمل نہیں اور کلمہ "کتاب" اس میں مفعول ہے۔

لیکن ہر دو جملوں کے لئے ایک یا ایک سے زائد متمم لائے جا سکتے ہیں۔ برای فعل لازم :

rekhta

ایرج از مدرسہ آمد۔ ایرج از مدرسہ بہ خانہ آمد ایرج برای استراحت در پنج دقیقہ با دوچرخہ از مدرسہ بہ خانہ آمد۔

اور برائے فعل متعدی: ایرج از کتاب خانہ کتاب آورد۔ ایرج از کتاب خانہ کتاب را بہ کلاس آورد۔

ایرج از کتابخانہ کتاب را در یک دقیقہ بہ کلاس آورد۔

ایرج از کتابخانہ کتاب را با شتاب برای مطالعہ بہ کلاس آورد۔

جلی حروف میں لکھے ہوئے مندرجہ بالا تمام کلمات متمم فعل ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فعل لازم میں بھی متمم آسکتا ہے اور متعدی میں بھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک فعل کا ایک یا کئی متمم ہوں۔

مفعول اور متمم فعل میں دیگر تفاوت یہ ہے کہ فعل متعدی اپنے معنی و مطلب کی تکمیل کے لئے مفعول کا محتاج ہے اور اس کے بغیر جملہ کے معنی ناقص رہتے ہیں۔ لیکن فعل خواہ لازم ہو یا متعدی وہ معنی کی تکمیل کے لئے متمم کا محتاج نہیں ہے۔ متمم جملہ کو ایک اضافی معنی بخشتا ہے۔ یہ اضافی معنی کبھی زمان وقوع فعل، کبھی مکان، کبھی غرض و منظور، کبھی ذریعہ و وسیلہ اور کبھی کیفیت پر مبنی ہوتے ہیں۔

سابق جملوں میں:

کلمات مدرسہ، کتابخانہ اور کلاس متمم مکانی ہیں۔ کلمات یک دقیقہ متمم زمانی ہیں۔

کلمات سرعت، شتاب متمم کیفیت ہیں۔ کلمات استراحت اور مطالعہ متمم غرض و منظور ہیں۔

کلمہ دوچرخہ وہ کلمہ ہے جو وسیلہ و ذریعہ کو بیان کرتا ہے۔

ان تمام جملوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ متمم سے قبل ایک حرف اضافہ از، بہ، با، در، برای آتا ہے۔

پس متمم فعل کی پہچان یہ ہے کہ اس سے پہلے حرف اضافہ آتا ہے۔

متمم فعل وہ کلمہ یا کلمات ہیں جنکو حرف اضافہ کے ساتھ جوڑ کر جملہ بنائیں تو وہ اس جملہ کے مفہوم کی توضیح میں اضافہ کردیتا ہے۔

از: جعفر سبحانی (حوزہ علمیہ قم)

زندگانی پیغمبر اسلام (ص)

گزشتہ سے پیوستہ

علیؑ کے قول کا تیسرا گواہ:

حضرت علیؑ کے خطبات وارشادات میں یہ جملہ اور اس قسم کے اکثر جملے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے،

"میں بندۂ خدا اور رسول اکرمؐ کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر میں ہوں، میرے بعد یہ جملہ کوئی دوسرا نہ کہے گا مگر یہ کہ وہ جھوٹا ہوگا۔ میں پیغمبرؐ کے ساتھ دوسرے تمام لوگوں سے سات سال پہلے سے نماز پڑھی ہے۔ میں وہ پہلا آدمی ہوں جس نے پیغمبرؐ کے ساتھ نماز پڑھی" کتاب الغدیر کے مؤلف نے جلد سوم صفحہ ۲۲۲ پر ان روایات کی تصدیق میں کتب تاریخ وحدیث کے بہت سے حوالے نقل کئے ہیں لیکن اختصار کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انہیں اس جگہ نہیں نقل کیا جارہا ہے۔

۴۔ اس کے علاوہ مختلف انداز و عبارت میں پیغمبر اکرمؐ کی کثیر روایات موجود ہیں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا۔

"حوض کوثر کے قریب جو آدمی مجھ سے سب سے پہلے ملاقات کرے گا وہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں" ؎

ان روایات کی تصدیق کے لئے کتاب "الغدیر" جلد سوم صفحہ ۲۲۰ پر منقول اسناد و مدارک کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے انسان جب غیر جانبدارانہ نگاہ سے ان روایات کا تجزیہ کرتا ہے تو علیؑ کا سب سے زیادہ پیش قدم ہونا پوری طرح ثابت ہوجاتا ہے۔ پھر وہ کبھی ان دو اقوال کو منتخب نہیں کرتا جو تاریخ واحادیث میں کم نقل کئے گئے ہیں۔ درحقیقت اس بات کی تائید نامور اصحاب رسولؐ اور تقریباً ۲۰ سے زیادہ تابعین نے بھی کی ہے کہ علیؑ پہلے آدمی تھے جو پیغمبرؐ پر ایمان لائے۔ خود طبری

> حوض کوثر کے قریب جو آدمی مجھ سے سب سے پہلے ملاقات کریگا وہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں۔

نے اس موضوع کو عمدہ طریقے سے واضح نہیں کیا ہے اور فقط نقل قول پر ہی اکتفا کی ہے۔ تاریخ طبری جلد دوم صفحہ ۲۱۵ پر منقول ہے کہ ابن سعد نے اپنے والد سے پوچھا کہ "ابوبکر" ایمان لانے والوں میں پہلے آدمی تھے؟ باپ نے جواب دیا "نہیں" ایسا نہیں ہے بلکہ ان سے قبل تقریباً پچاس لوگ دائرہ اسلام میں شامل ہوچکے تھے لیکن ان کا اسلام دیگر افراد کے اسلام پر فضیلت و برتری کا حامل تھا۔!

اسحاق اور مامون کی گفتگو:

"ابن عبد ربہ" نے "عقد الفرید" ؎ میں شیرین کی داستان نقل کی ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ مامون نے ایک مجلس مناظرہ منعقد کی جس میں مشہور دانشمند اسحاق نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ اس مناظرہ میں جب اسلام قبول کرنے والوں پر حضرت علیؑ کی سبقت ثابت ہوگئی تو اسحاق نے کہا۔

جب علیؑ ایمان لائے اس وقت ان کی عمر ایک بچے سے زیادہ نہ تھی لیکن "ابوبکر" تو ایک انسان کامل تھے لہٰذا ان کا ایمان علیؑ کے ایمان پر فضیلت رکھتا ہے۔

اچانک مامون نے بحث کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں

میں لے لی اور بولنا شروع کیا۔

آیا پیغمبرؐ نے علیؑ کو بچپن اور کمسنی میں ایمان لانے کی دعوت دی تھی یا ان کا ایمان الہام خدائی کے وسیلہ سے تھا۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ان کا ایمان الہامی تھا کیونکہ خود پیغمبرؐ کا ایمان الہامی نہ تھا بلکہ خداوند عالم کی طرف سے جبرئیلؑ کی سفارت و رہنمائی پر مشتمل تھا پھر علیؑ کا ایمان الہامی کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پیغمبرؐ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو کیا انہوں نے یہ کام خود اپنی مرضی سے کیا تھا یا خداوند عالم نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا ظاہر ہے ہم کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ پیغمبرؐ حکم خداوندی کے بغیر خود ایک دوسرے آدمی کو بھی مشکل و پریشانی میں ڈال دیں۔ پس یہ مان لینا چاہیئے کہ پیغمبرؐ کی دعوت حکم خداوندی کے مطابق رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا خدائے حکیم اپنے پیغمبر کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ ایک غیر آمادہ بچے کو جس کا ایمان و عدم ایمان ایک جیسا ہے، دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ خدائے حکیم و دانا ایسا ہرگز نہیں کر سکتا ہے۔

پس یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے کہ علیؑ کا ایمان ایک صحیح و مکمل ایمان کا درجہ رکھتا ہے جو دیگر افراد کے ایمان سے کمتر نہیں رہا ہے اور قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ "والسابقون السابقون اولئك المقربون" کے مصداق علیؑ بن ابیطالب ہی ہیں۔

(باقی آئندہ)

حوالے:

۱؎ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص۲۴۰، بحار الانوار جلد ۱۸ ص۲

۲؎ بحار الانوار جلد ۱۶ ص۱

۳؎ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص۲۳۶

۴؎ ولقد علمتم موضعی من رسول الله بالقرابة القریبة.... واشم ریح النبوة۔ نہج البلاغہ جلد ۲ ص۱۹۳ مطبوعہ مصر خطبہ ۱۹۰ پر ارشاد فرماتے ہیں: اللھم انی اول من اناب وسمع واجاب، لم یسبقنی الا رسول الله بالصلوۃ۔

۵؎ تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱، کامل جلد ۲ ص۳۷ و ۲۱ اور اعلام الوری ص۲۵۔

۶؎ بعض روایات میں پانچ سال منقول ہے لیکن قرائن کے مطابق زیادہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس مدت کا کچھ حصہ بعثت سے قبل کا ہے۔

۷؎ انا عبد الله واخو رسول الله وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کاذب مفتری ولقد صلیت مع رسول الله قبل الناس بسبع سنین وانا اول من صلی۔

۸؎ اولکم واردا علی الحوض، اولکم اسلاما علی بن ابیطالب۔

۹؎ عقد الغدیر جلد ۳ ص۲۴۔

بقیہ: نفس نبی......

حوالے:

۱؎ ارجح المطالب ص۱۱۳ کنز العمال ج۶ ص۴۰۰۔

۲؎ ارجح المطالب ص۵۵ صواعق محرقہ ص۷۵۔ ۳؎ ینابیع المودۃ ج۱ ص۳۵۔ ارجح المطالب ص۵۵۔ ۴؎ ینابیع المودۃ ص۱۲۶ ارجح المطالب ص۵۵ ۵؎ سورۂ احزاب ۶؎ ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۰۶ وصواعق محرقہ ص۱۴۱ ومواہب لدنیہ ج۲ ص۳ وصحیح مسلم وارجح المطالب ص۵۵ ۷؎ صواعق محرقہ ص۳۱ ۸؎ ینابیع المودۃ جلد ۱ ص۵۵ ۹؎ ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۰۶ ۱۰؎ ارجح المطالب ص۵۵ ۱۱؎ سورۂ مائدہ ۱۲؎ ترجمہ قرآن مجید اعلیٰحضرت بریلوی ۱۳؎ تفسیر حسینی واعظ کاشفی ص۱۸۰ وتفسیر ابن کثیر ج۲ ص۹۱ ۱۴؎ تفسیر کشاف زمخشری ج۱ ص۶۲۴۔ ۱۵؎ تفسیر کشاف زمخشری ۱۶؎ تفسیر بیضاوی ج۱ ص۱۲۲ ۱۷؎ تفسیر در منثور ۱۸؎ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ج۱۲ ص۲۹ وریاض النضرہ محب طبری ج۱ ص۳۰۲ وکنز العمال ملا متقی ج۱۵ ص۹۵ ۱۹؎ تفسیر حقانی ج۱ ص۱۱ ۲۰؎ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ج۳ ص۱۴۲ ۲۱؎ ارجح المطالب ص۹۹ وتذکرۂ خواص الامہ سبط ابن جوزی ص۱۹ ۲۲؎ کنز العمال ج۱۲ ص۲۰۹ ۲۳؎ سورۂ بقرہ ۲۴؎ ینابیع المودۃ ج۱ ص۹۵ ۲۵؎ تفسیر در منثور سیوطی ج۱ ص۶۱ ۲۶؎ کنز العمال ج۱۵ ص۲۳۰ ۲۷؎ ارجح المطالب ص۷۵۲ تیسرا باب (اس روایت کو ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی نے خصائص العلویہ میں نقل کیا ہے۔ ۲۸؎ سورۂ صافات ۲۹؎ صواعق محرقہ ص۱۲۵ وینابیع المودۃ ص۱۱۲ وتذکرہ خواص الامہ ص۲۱ ۳۰؎ ارجح المطالب ص۹۳ باب دوم ۳۱؎ ارجح المطالب ص۹۳ باب دوم ۳۲؎ ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۱۳ ۳۳؎ سورۂ صافات ۳۴؎ ارجح المطالب ص۹۱ باب دوم ۳۵؎ صواعق محرقہ ص۱۲۵ ۳۶؎ تفسیر ابن کثیر ۳۷؎ بخاری شریف ج۱ ص۲۸۸ ۳۸؎ تفسیر تنویر المقباس حبر الامۃ عبد اللہ ابن عباس ص۲۲۵ ۳۹؎ تفسیر در منثور ج۱ ص۲۹۶ ۴۰؎ تفسیر کبیر مطبوعہ جدید ج۲۷ ص۱۶۲۔ ۴۱؎ تفسیر بیضاوی ۴۲؎ تفسیر مظہری ص۲۰۵ ۴۳؎ صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی ص۱۳۷ ۴۴؎ سورۂ شعراء ۴۵؎ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی ج۹ ص۲۱۱ ۴۶؎ کنز العمال ج۱۵ ص۱۱۷ تفسیر ابن کثیر ص۳۵۱ پر بھی اس کے مثل روایت موجود ہے ۴۷؎ سورۂ شوریٰ ۴۸؎ ارجح المطالب ص۳ باب دوم وصواعق محرقہ ص۱۰۹ ۴۹؎ ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۰۵ ومواہب اللدنیہ ج۲ ص۳ ۵۰؎ ینابیع المودۃ ص۱۰۵ ۵۱؎ ینابیع المودۃ ص۱۰۵۔

صحیفۂ نور

فرانسیسی اخبار لوموند سے امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی گفتگو

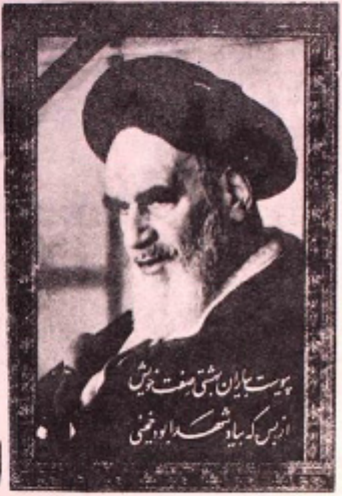

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ امام خمینی رضوان اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اپنی بے لچک اسلامی سیاست پر اٹل و ثابت قدم رہے۔ انھوں نے اسلامی انقلاب کے ابتدائی مراحل میں ہی اسلامی جمہوری حکومت کا خاکہ تیار کرلیا تھا اور یہ اعلان بھی کردیا تھا کہ شاہ سے ان کی کوئی ذاتی مخالفت و عداوت نہیں ہے بلکہ وہ اسلامی ملک میں سامراجی سیاست کو بروئے کار لانے میں سرگرم ہے اور میں اپنے ملک میں اسلامی جمہوری نظام حکومت کا خواہاں ہوں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ملک میں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور اس پر غیر اسلامی قوانین کی حکمرانی ہو اور اسلامی روایات کو انتہائی پامال کیا جارہا ہو۔ بہرحال ان کے انقلاب کا مقصد اسلام کا احیاء اور اسلامی روایات کا تحفظ رہا ہے جس کا انہوں نے باربار اعلان بھی کیا تھا۔ ذیل میں ان کا وہ پریس انٹرویو پیش کیا جارہا ہے جو انہوں نے جلاوطنی کے زمانے میں مئی ۱۹۷۸ء میں کثیرالاشاعت اخبار لوموند کو دیا تھا۔ اس کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجائے گی کہ وہ اسلام کے ذریعہ اپنے ذاتی اقتدار کا تحفظ نہیں چاہتے تھے بلکہ احیاء اسلام کی خاطر حقیقی اسلامی انقلاب کے خواہاں تھے۔ انہیں ذاتی اغراض و مقاصد کی تکمیل مقصود نہ تھی بلکہ آخری لمحۂ حیات تک خوشنودیٔ پروردگار کے خواہاں رہے اور اپنی قوم کو یہ باور کراتے رہے کہ خوشنودیٔ پروردگار ہی دنیا و آخرت کا انمول سرمایہ ہے۔

سوال :۔ کمیونزموں کے ساتھ تنظیمی روابط کے فقدان کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا شاہی حکومت کو برباد کرنے کے لئے آپ اشتراکی جماعتوں کے ساتھ

ہماری خواہش ایران میں ایک اسلامی حکومت کی تشکیل ہے اور اس کے ساتھ ابتدائی مرحلہ میں اس خود غرض اور مطلق العنان حکومت کو نابود کرنا ہے۔

(امام خمینیؒ)

وقتی اتحاد قائم کرنا پسند کریں گے اور اگر آپ اپنی جدوجہد میں کامیاب ہو گئے تو کمیونسٹوں کے ساتھ آپ کی راہ و روش کیا ہو گی؟

جواب :- ہم شاہی حکومت کی سرنگونی کے لئے بھی کمیونسٹوں کے ساتھ ہرگز کوئی تعاون نہ کریں گے۔ ہم اپنے چاہنے والوں کو یہ ہدایت دے چکا ہوں کہ وہ ایسا ہرگز نہ کریں۔ ہم ان کے نظریات، طرز فکر اور مفاہیم کے سخت مخالف ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ پیچھے سے ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپ رہے ہیں اور اگر انہیں حکومت کرنے کا موقع مل گیا تو یہ مطلق العنان حکومت قائم کریں گے جو اسلامی قوانین کے خلاف ہے لیکن ہم جس معاشرے کی تشکیل کے خواہاں ہیں اسمیں کمیونسٹوں کو اپنی بات کہنے کی پوری آزادی ہو گی کیونکہ ہمارے عقیدہ و ایمان و اعتقاد میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ان لوگوں کی آئیڈیالوجی کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے۔ اسلامی فلسفہ میں شروع ہی سے ان لوگوں کے مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جو وجود خداوندی کے منکر رہے ہیں۔ ہم نے کبھی ان کی آزادی سلب نہیں کی ہے اور ان کی آزادی کو نقصان نہیں پہونچایا ہے ہر شخص اپنے خیالات کے اظہار کے لئے آزاد ہے لیکن سازش کرنے کے لئے کوئی بھی آزاد نہیں ہے۔

سوال : آپ کی نظر میں ایران میں بغاوت کی آگ بھڑکنے کا سبب کیا ہے؟ اور سردست یہ ملک گڑبڑی و بے سروسامانی کے گرداب میں کیوں پھنسا ہوا ہے؟

جواب :- درحقیقت شاہ اور اس کے باپ کی عوام دشمن راہ و روش کے نتیجے میں یہ صورتحال پیدا ہوئی ہے لوگ طرح طرح کی بدبختی سے دوچار ہیں۔ لوگ اپنی آزادی و ترقی و خوشحالی نیز اپنی بہتر زندگی سے محروم ہو چکے ہیں اور گذشتہ پندرہ برس کے دوران عوام کے دماغ میں شاہی حکومت کے جھوٹے وعدوں کا انبار جمع ہو چکا ہے۔ اقتصادی، سماجی اور ثقافتی اعتبار سے ملک کی حالت بالکل خراب ہو چکی ہے۔ مظالم اپنی سرحدوں کو پار کر چکے ہیں۔ مختصر لفظوں میں سمجھ لیجیے کہ یہ بغاوتیں اس عظیم دھماکے کا مقدمہ ہیں جس کے نتائج کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

مزدور جماعتوں کے مقابلے میں پولیس والوں کی طرف سے جو مظاہرہ کروایا گیا ہے اور ملک کے شہروں اور دیہاتوں میں بے گناہ عوام کے قتل کا جو اہتمام کیا گیا ہے اس کا مقصد شاہی حکومت کی حفاظت ہے۔

سوال :- کیا آپ یہ سوچتے ہیں کہ آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان کی موت موجودہ دھماکہ و عوامی مظاہرہ کا سبب کیوں بن گئی ہے؟

جواب :- میں مکمل یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوا ہے لیکن وہ اپنی موت سے ایک رات قبل صحیح و سالم تھے اور موصول شدہ اطلاعات کے مطابق اس رات کچھ مشکوک لوگ ان کے گھر گئے ہیں اور صبح ہوتے ہی انہیں موت آ گئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیسے؟ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ لوگوں نے اس واقعہ کی وجہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے یہ مظاہرے کئے ہیں۔

یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ ہمارے عوام اپنے خدمتگزار سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ ایرانی عوام میرے لڑکے کو اپنا خدمت گزار تسلیم کرتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد حکومت کی طرف سے ہونے والے ہر قتل عام کے بعد کشتہ شدہ لوگوں کے چہلم کے موقع پر عظیم مظاہرے کئے گئے ہیں لیکن ان مظاہروں کا سبب فقط میرا بیٹا ہی نہیں ہے۔ دراصل بنیادی بات یہ ہے کہ لوگوں کا ان ظالموں کے خلاف بغاوت کا واحد سبب یہ ہے کہ عوام اس حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جو بے گناہ لوگوں پر مظالم ڈھاتی چلی آ رہی ہے۔

سوال :- آپ کا سیاسی پروگرام کیا ہے؟ موجودہ حکومت کی سرنگونی کے بعد آپ ایران میں کیسی حکومت برقرار کرنا چاہتے ہیں؟

جواب :- ہماری خواہش ایران میں ایک اسلامی حکومت کی تشکیل ہے اور اس کے ساتھ ابتدائی مرحلہ میں اس خود غرض اور مطلق العنان حکومت کو نابود کرنا ہے۔ اس کے بعد اس طاقت و توانائی کی فراہمی مقصود ہے جو عوام کی سیاسی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

سوال :- اسلامی حکومت سے آپ کی مراد کیا ہے؟ اس تبدیلی کے نتیجے میں جو چیز خود بخود ذہن پر ابھرتی ہے وہ خلافت عثمانیہ یا سعودی عرب کی حکومت کا تصور ہے؟

جواب :- ہماری نظر میں فقط دور پیغمبر اور امام حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ ہے۔

سوال :- کیا آپ کی نظر میں ۱۹۰۶ء کے آئین کی طرف واپسی ایک معتبر راہ حل ہے؟

جواب :- قدرے اصلاح کے ساتھ ۱۹۰۶ء کا آئین ہماری حکومت کی بنیاد قرار پا سکتا ہے۔

اسلامی ارمانات کی تکمیل اور خدمت وحفاظت اسلام اس حکومت کا بنیادی فریضہ ہوگا۔

سوال:۔ کیا یہ آئین شاہی نظام حکومت کی حفاظت کرے گا یا اس کی نظر دوسرا شاہی یا جمہوری نظام حکومت ہے؟

جواب:۔ ہم جو حکومت قائم کریں گے وہ شاہی نظام پر ہرگز مبنی نہ ہوگی۔ ہماری حکومت کے سلسلے میں ایسا سوچنا بھی نہ چاہیئے۔

سوال:۔ اگر موجودہ شاہ کے لڑکے کو حاکم بنا دیا جائے تو اسے آپ قبول کرلیں گے؟

جواب:۔ ہم موجودہ شاہ کے باپ کے مخالف رہے، موجودہ شاہ کے مخالف ہیں اور اس خاندان کے ہر فرد کے مخالف ہیں کیونکہ ایرانی عوام ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

سوال:۔ کیا اس حکومت کی قیادت وصدارت آپ خود کریں گے؟

جواب:۔ ذاتی طور پر نہیں۔ نہ میں، نہ میری عمر، نہ میرا عہدہ ومرتبہ اور نہ میری خواہش ورغبت کوئی بھی اس بات کی طرف مائل ومتوجہ نہیں ہے۔ اگر ایسا موقع آگیا تو اسلامی فکر ونظر رکھنے والوں سے کسی ایک یا چند باصلاحیت اشخاص کو اس کام کے لئے منتخب کرلیا جائے گا۔

سوال:۔ آپ نے ہمیشہ بین الاقوامی مطبوعات کی جانب سے انٹرویو کے مطالبہ خاموشی کو ترجیح دی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟

جواب:۔ بین الاقوامی مطبوعات زیادہ تر لفظی شان وشوکت اور ظاہری دھوم دھام و دبدبہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مثلاً تخت جمشید، شاہ کی تاج پوشی یا زیادہ سے زیادہ تیل کی قیمت وغیرہ۔ ایرانی عوام کی بدبختی اور ان پر ہونے والے مظالم سے بین الاقوامی پریس کا کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے یہ ایک کھلی ہوئی

ہم جو حکومت قائم کریں گے وہ شاہی نظام پر ہرگز مبنی نہ ہوگی۔ ہماری حکومت کے سلسلے میں ایسا سوچنا بھی نہ چاہیئے۔

(امام خمینیؒ)

حقیقت ہے کہ شاہ ہر سال ایک کروڑ ڈالر کا سرمایہ بیرونی ممالک میں اپنے پروپگنڈہ پر خرچ کرتا ہے اسی وجہ سے گذشتہ پندرہ سال کے دوران خصوصی طور پر میں نے ایرانی عوام سے خطاب کیا ہے اور میں اپنی اس راہ وروش کو جاری رکھوں گا۔ مجھ سے لوگوں نے بتایا کہ آپ کا اخبار آزاد ہے اور ایران کے حقیقی مسائل مثلاً عوام پر کئے جانے والے مصائب قتل عام اور عام طور پر رائج ناانصافیوں کا تجزیہ بھی شائع کرتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ پریس انٹرویو عالمی برادری کو ایرانی عوام کے ارمانات سے آگاہ کرنے میں مدد ومعاون ثابت ہوگا۔

سوال:۔ کیا شاہی حکومت سے آپ کی مخالفت کی ایک وجہ یہ ہے کہ شاہ اسرائیل کا دوست ہے اور شاہی حکومت اسرائیل دوستی کو بڑی اہمیت دیتی ہے؟

جواب:۔ جی ہاں! کیونکہ اسرائیل نے ایک مسلمان قوم کی سرزمین پر قبضہ کر رکھا ہے اور ان پر وحشیانہ مظالم کر رہا ہے۔ اسرائیل سے سیاسی تعلقات کی حفاظت اور اس کو زبردست اقتصادی امداد فراہم کرنا اسلام اور مسلمانوں کے مفاد ومصالح کے خلاف ہے۔

سوال:۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایران اسرائیل مخالف عرب ملکوں کی فہرست میں داخل ہو جائے؟

جواب:۔ میں نے ہمیشہ یہ مطالبہ کیا ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان آپس میں متحد ہو جائیں اور اپنے دشمنوں منجملہ اسرائیل کے خلاف جد وجہد کریں لیکن افسوس کہ اسلامی ممالک کی حکومتوں نے اس دعوت اتحاد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ایک دن مسلمان عوام اس بات کی طرف ضرور متوجہ ہوں گے اور میں اپنی اس راہ پر ثابت قدم رہوں گا۔

سوال:۔ اسرائیل نے اپنے حالیہ فوجی آپریشن کے دوران جنوبی لبنان کے علاقے پر بھی قبضہ کر لیا ہے جہاں شیعوں کی اکثریت ہے۔ اس سلسلے میں آپ کیا کر رہے ہیں؟

جواب:۔ جنوبی لبنان کے لوگوں کو ہر قیمت پر اپنے گھروں کی طرف واپس ہو جانا چاہیے۔ اپنے مقبوضہ علاقوں کو واپس حاصل کرنا ان کا فریضہ ہے لہذا انہیں اس سلسلے میں جد وجہد کرنی چاہیئے اس سے قبل کہ اسرائیل ان علاقوں میں اپنے لوگوں کو آباد کرادے۔ میں ذاتی طور پر ایرانی عوام اور دنیا بھر کے شیعوں سے یہ مطالبہ کر چکا ہوں کہ وہ جنوبی لبنان میں اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے آگے بڑھیں۔ اس دعوت کے مثبت نتائج برآمد ہوئے لیکن فقط حکومتوں کے پاس لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے لازمی وسائل موجود

ہیں اور فقط حکومتوں کے پاس وہ وسائل و امکانات موجود ہیں جن کے ذریعہ وہ اسرائیل پر یہ دباؤ ڈال سکتے ہیں کہ مقبوضہ علاقوں کو خالی کردے۔

سوال:۔ جنوبی لبنان میں اقوام متحدہ کی فوج میں ایرانی فوجیوں کا ایک دستہ بھی شامل ہے۔ کیا آپ کی نظر میں یہ ایک مثبت اقدام ہے؟

جواب:۔ ہم ایرانی حکومت کو خوب آزما چکے ہیں۔ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ جو حکومت عربوں کے خلاف اسرائیل کی مدد کرتی چلی آرہی ہے وہ اب ایک مقدس ارمان کے لئے کوئی خدمت انجام دینے والی ہے میرے خیال میں ایران کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسرائیل دشمن جماعتوں کے اظہار خیال کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتا رہے۔

> **میں گذشتہ پندرہ سال کے دوران اپنے بیانات وپیغامات میں امریکہ کے بارے میں اپنے موقف کا اعلان کرچکا ہوں کہ وہ دنیا کے کمزور وپسماندہ ممالک کی دولت کو لوٹ رہا ہے۔**

سوال:۔ امریکہ کے سلسلے میں آپ کا موقف کیا ہے؟

جواب:۔ میں گذشتہ پندرہ سال کے دوران اپنے بیانات وپیغامات میں امریکہ کے بارے میں اپنے موقف کا اعلان کرچکا ہوں کہ وہ دنیا کے کمزور وپسماندہ ممالک کی دولت کو لوٹ رہا ہے اور ان ملکوں پر اپنے ایجنٹوں اور غلاموں کو حاکم کی حیثیت سے مسلط کر رکھا ہے اور تیسری دنیا کے ملکوں میں زندگی بسر کرنے والے لوگوں پر جو وحشیانہ مظالم کئے جارہے ہیں ان کی حمایت کرتا ہے ۱۹۵۳ء کی فوجی بغاوت میں امریکہ کا ہاتھ تھا۔ پھر شاہ کی واپسی اور اس کے اقتدار کی حفاظت میں سرگرم رہا ہے۔ امریکہ نے اپنی سیاست میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے اور جب تک امریکی سیاست میں تبدیلی نہیں آتی ہمارے موقف میں بھی کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ آئے گی۔

سوال:۔ کیا بعض دوسرے لوگوں کی طرح آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ امریکہ ایران میں ایک آزاد خیال حکومت کی تشکیل کا خواہاں ہے؟

جواب:۔ یعنی انسانی حقوق کی پیروی واحترام کے سلسلے میں ایک بیان؟ یہ محض ایک بیان ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اور میں اس پر بالکل یقین نہیں رکھتا ہوں۔ میرا یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ صدر امریکہ کارٹر نے اپنے حالیہ سفر تہران کے دوران شاہی حکومت کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا اور عملی طور پر بھی ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا جس سے اس اعلان کی تردید ہوسکے۔ بہرحال، ہم اس ظالم و مطلق العنان حکومت کو آزاد خیال شکل وصورت میں ہرگز قبول نہ کریں گے۔

سوال:۔ ایران کے پڑوسی ملک روس کے سلسلے میں آپ کا موقف کیا ہے؟

جواب:۔ بالکل وہی جیسا کہ امریکہ کے سلسلے میں ہے۔ بڑی طاقتوں نے ہمارے عوام کو تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ اور میں انہیں اور برطانیہ میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتا ہوں۔ جب ایران واقعتاً آزاد ہو جائے گا اسی وقت دنیا کے تمام ملکوں کے ساتھ اس کے تعلقات کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

سوال:۔ کیا آپ یہ سوچتے ہیں کہ شاہی حکومت آزاد خیال سیاست اختیار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟

جواب:۔ ہرگز نہیں، اس حکومت اور شاہ کا وجود آزادی اور جمہوریت کے بنیادی اصولوں کے برعکس ہے اور ہمارے اور اس کے درمیان مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس نے بےشمار مظالم کئے ہیں۔ ایک آزاد حکومت کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ شاہ کے خلاف عدالتی کارروائی کرے کیونکہ اس نے ملک کے سرمایہ کو بیرونی ممالک کے بینکوں میں منتقل کردیا ہے اس کے علاوہ اسے عدالت کے سامنے اپنے مظالم کے لئے بھی جوابدہ ہونا ہے۔ جب تک اقتدار کی باگ ڈور شاہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس ملک کو حقیقی آزادی حاصل ہونے والی نہیں ہے۔

سلمان رشدی کی شیطانی آیات؛

اسلام کے خلاف مغرب کی ایک سازش

از: محمد اسلم۔ راؤ رضا عنایت پور۔ میرٹھ

اگر آج موجودہ حالات کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا کہ تمام دنیا پر بے چینی و اضطراب کی کیفیت طاری ہے یہ واضح حقیقت ہے کہ جب خدا بیزار حکومت کی ناپاک سیاست انسانیت کو غلامی کی زنجیریں پہنا دیتی ہے، عدل و انصاف اور حق و صداقت کا خون بہایا جانے لگتا ہے، مظلوموں کا خون چوس کر دادِ عیش حاصل کیا جاتا ہے، قوانین خداوندی کو مٹانے اور خود انسان کے تیار کردہ قوانین کے نفاذ کی کوشش کی جاتی ہے اور جب انسان کی آزاد فطرت کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے تو ایک نیا انقلاب رونما ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ــــ "میرے صالح بندے اس زمین کے وارث ہوں گے"۔ (قرآن کریم، سورہ الانبیاء آیت ۱۰۵)

اس وقت دنیا ایک ایسے انقلاب کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار و مستعد ہے جو دائیں اور بائیں نظریات کے پیچ و خم اور لوٹ کھسوٹ سے پاک اور دکھی انسانیت کے دل مضطر کی دھڑکن اور پکار ہو۔ آج دنیا محسوس کر رہی ہے کہ مارکسزم، سوشلزم، نیشنلزم اور کمیونزم جس نے دنیا کو فلاح و کامرانی کے سبز باغ دکھائے تھے اور دکھی انسانیت کے درد کا درماں کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ تباہ و بربادی کے سوا انسانیت کو کچھ نہ دے سکے۔ آج لینن اور مارکس کے شیدائی خود ان کے مجسموں کو زمین بوس کر رہے ہیں۔ ایک طرف اگر مغربی عوام اشتراکیت اور کمیونزم کی بیڑیاں کاٹ کر آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں تو دوسری طرف عالم اسلام خوابِ غفلت سے بیدار ہو رہا ہے۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایران کا اسلامی انقلاب نظامِ اسلامی کی منہاج پر سرگرم عمل ہے، افغانستان کے مجاہدین سرخ سامراجیت کی بیڑیاں کاٹ کر نظامِ مصطفوی کے قیام کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، پاکستان پر جو غیر اسلامی بادل چھا گئے ہیں ان کو صاف کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کشمیر کے عوام ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کے لئے کوشاں ہیں، مصر، شام، عراق، انڈونیشیا، ملائشیا، ترکی اور دیگر مسلم ممالک دنیا کے دائیں بائیں تمام رشتوں کو توڑ کر خالص اسلام کی آغوش میں آنے کے لئے بے قرار ہیں۔ یہ صورت حال نہ صرف مسلم ممالک کی ہے بلکہ ان کی بھی ہے جہاں اسلامی تحریک اور مسلمانوں کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور بد دینی و لادینیت کی توسیع و استحکام کے لئے ہر دم سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ آج کناڈا، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور دوسرے یورپی ممالک میں اسلامی انقلاب کی لہریں محسوس کی جانے لگی ہیں۔ روس اور چین جیسے لادین ممالک میں بھی اسلامی انقلاب کی لہریں پہنچ چکی ہیں۔ الغرض آج پھر تمام دنیا مرکزِ اسلام کی طرف پلٹنے کے لئے بے قرار ہے۔ لیکن دوسری طرف اسلامی انقلاب کے تصور سے دشمنانِ اسلام کے ایوانوں میں زلزلہ آنے لگا ہے۔ آج کے نمرود، فرعون اور شداد اسلامی انقلاب کو اپنی موت کا پیش خیمہ سمجھ کر مخالفت اور سازش کی بارودی سرنگیں بچھا رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا کو گمراہ کرنے اور اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

"شیطانی آیات" اسلام کے خلاف مغرب کی نئی سازش

مسلمانانِ عالم کی بیداری میں اضافے اور سرزمین ایران سے بلند ہونے والے اس صدی کے ایک عظیم اسلامی انقلاب کے ساتھ مغربی سامراج اور بین الاقوامی صیہونزم کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وسعت میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ ان کو خطرہ لاحق ہے کہ کہیں اسلام پھر ایک قوت بن کر نہ ابھر آئے۔ انہی سازشوں کے سلسلے میں صیہونی حلقوں کے ایک سوچے سمجھے دقیق منصوبے کے تحت اور برطانیہ، امریکہ اور

دیگر یورپی ممالک کی حمایت کے ہمراہ ملعون سلمان رشدی کے ذریعہ یہ کتاب "شیطانی آیات" لکھا کر اسلامی مقدسات پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کے ردِ عمل کا اندازہ کرنے میں پہلا قدم اٹھایا۔ جس میں ملعون رشدی نے پچاس ہزار ڈالر کی اجرت کے عوض پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کی ازواج مطہرات اور صحابۂ کرام کی شرمناک ترین اہانتوں کو اور وہ بھی واضح الفاظ میں قلم بند کیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوریا اور جاپان کی طرح یورپ میں جو لاکھوں افراد اسلام قبول کر رہے ہیں اس سے سامراجی طاقتوں کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے کہ اسلام آئندہ صدی کے وسط تک یورپ کی ایک بہت بڑی اور موثر طاقت بن جائے گا جو ان کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوگا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے گھبرا کر ہی مغرب نے اپنی بھرپور حمایت و تبلیغاتی پشت پناہی کے ساتھ اس کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرایا اور اسے بین الاقوامی سطح پر شائع کرایا ہے تاکہ وہ اس کتاب کو اسلام کے خلاف ایک اسلحے کے طور پر استعمال کر سکے۔ اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ مغرب کس انداز میں عالم اسلام کے خلاف مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اب برطانوی عدالت کا ملعون سلمان رشدی پر مقدمہ نہ چلانے کے فیصلے سے تو یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ سامراجی طاقتیں اسلام کے خلاف پوری طرح مسلح ہو رہی ہیں۔ امریکی ریڈیو "وائس آف امریکہ (Voice of America) مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۹۰ء کو اپنی صبح کی نشریات میں خبر نشر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"برطانوی عدالت نے شیطانی آیات کے مصنف سلمان رشدی پر مقدمہ چلانے اور سزا دینے سے متعلق مسلم ایکشن فرنٹ کی جانب سے داخل کی گئی اپیل کو خارج کر دیا ہے۔ متعلقہ ججوں کے مطابق مقدمہ صرف عیسائی مذہب پر اہانت کرنے والے پر چلایا جا سکتا ہے کیونکہ اس کا اطلاق عیسائیت پر ہوتا ہے نہ کہ مذہب اسلام پر۔۔۔ مسلم ایکشن فرنٹ نے اس دن کو ایک افسوسناک دن بتاتے ہوئے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ یورپی عدالت سے رشدی کے خلاف فیصلہ حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہود و نصاریٰ اسلام کے ازلی دشمن

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ گذشتہ صدیوں سے لے کر آج تک یہود و مشرکین اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اعلانیہ صف آرائی کے ساتھ ساتھ خفیہ سازشیں اور دسیسہ کاری کے ذریعے برسرپیکار ہیں۔ کتاب اللہ نے روز اول ہی سے ملت اسلامیہ کو واضح الفاظ میں خبردار کر دیا تھا کہ اہل ایمان سے شدید ترین بغض و عداوت رکھنے والے دو گروہ ہیں جن میں سرفہرست یہود ہیں اور دوسرے نمبر پر بت پرست مشرکین ہیں۔ چنانچہ روز اوّل ہی سے اسلام کو شدید ترین عداوتوں اور سازشوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کا ہر طرح سے راستہ روکنے اور چہرہ مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے نیز اس کے پیروکاروں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے تمام نسخے آزمائے گئے اور اسے بزعم خود بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے بھی ہر حربہ و وسیلہ استعمال کیا گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہود و نصاریٰ باہمی اختلاف عقیدہ کے باوجود اسلام دشمنی کے لئے ایک صف میں کھڑے ہوگئے ہیں۔ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے امریکہ، روس، برطانیہ اور فرانس کی مشترکہ سازشوں کے نتیجہ میں ہی اسرائیل کا وجود دنیا کے نقشہ پر ابھارا گیا۔ انھوں نے افغانستان، فلسطین، اور اس سے پہلے مصر، شام، عراق، نائجیریا، صومالیہ اور الجیریا وغیرہ ممالک میں جو چنگیزی کارنامہ انجام دیا ہے اسے تاریخ کیسے بھلا سکتی ہے؟ آج جس انداز سے ہندوستان میں ان اسلام دشمن مشنریوں نے مسلمانوں کے دین اور ایمان سے کھیل کھیلنا شروع کیا اور دنیائے اسلام کے خلاف جس طرح گمراہ کن پروپیگنڈے کا استعمال کیا ہے اور مسلمانوں کا رشتہ اسلام و اسلامی تحریک نیز اسلامی دنیا سے کاٹنے کی کوشش میں مصروف ہیں اس کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ آج یہ واضح ہوگیا ہے کہ جس طرح روس نے سمرقند، بخارا اور دیگر بارہ تیرہ مسلم ریاستوں سے مسلمانوں و مذہبی اداروں کا صفایا کیا وہ ہوس توسیع پسندی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔

یورپ کے صلیبی ذہن نے اسلام اور اہل اسلام

پر ضرب لگانے کے لئے کبھی اشتراکی، کبھی استعمار اور کبھی جدید تہذیب کے عنوان سے متعدد حملے کئے مگر وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ایک طرف تو مغرب کی سرمایہ پرستی کا سفینہ انسانیت کا سکھ چین لوٹ کر اپنے سنگ دل مسافروں میں ڈوب رہا ہے۔ دوسری طرف کمیونزم بھی اپنا حیوانی رنگ روپ دکھا کر اور بے رحمانہ قتل و غارتگری کا کفن پہن کر یاس و نامرادی کی قبر میں اتر رہا ہے۔ جبکہ اسلام کی وہ کرن جس نے غار حرا سے نکل کر تاریکی میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو منور کیا تھا وہ آج بھی اپنی پوری آن بان اور آب و تاب کے ساتھ اہل مغرب کے دلوں کو منور کر رہی ہے۔ غار حرا کی اس روشنی کی جگمگاہٹ سے جو تاریکی کو روشنی میں بدل رہی ہے صیہونی و صلیبی طاقتوں کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ اور ان کے خیموں میں زلزلہ آنے لگا ہے۔ چنانچہ اپنی حاکمیت برقرار رکھنے کے لئے انھوں نے اسلام کے خلاف نئے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں، کبھی کسی نام نہاد مسلم مفکر، ادیب یا عالم سے "شیطانی آیات" کے انداز کی خباثت کروا کے اس کے دفاع اور تحفظ کے لئے تمام حدود پھلانگتے ہیں، کبھی اسلام کی سربلندی کا نام لینے والوں کو بدنام زمانہ القاب سے نواز کر ان کے اپنے "روشن خیال" حکمرانوں سے انھیں نیست و نابود کرانے کی تدبیریں کراتے ہیں۔ اسلامی دنیا کی روز افزوں بڑھتی ہوئی بیداری کی لہر ان بے چاروں کے لئے بے چینی کا باعث ہے مگر جس طرح وہ افغانستان اور ایران عراق جنگ سے کچھ حاصل نہ کر سکے بلکہ الٹا نقصان ہی اٹھایا ہے اسی طرح آئندہ بھی انشاء اللہ اپنی سازشوں میں ناکام ہی رہینگے۔

امام خمینیؒ کے فتویٰ نے دنیا کو ہلا دیا۔

ملعون رشدی اور اسکی کتاب شیطانی آیات کے ناشرین کو قتل کر دینے کا جو بروقت فرمان امام خمینیؒ نے ۱۴ ار فروری ۱۹۸۹ء کو جاری کیا تھا اس نے تمام یورپ اور

> امام خمینیؒ کے فتویٰ پر عالم اسلام میں جس ردعمل کا اظہار کیا گیا اس سے سپر طاقتوں کے محل لرز اٹھے۔ دنیا کے ہر مسلمان نے امام خمینیؒ کی آواز پر لبیک کہا۔

اسلام دشمن ملکوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ یورپ اور تمام مغربی دنیا کے اسلام دشمن اس کو اپنی انفرادی و اجتماعی موت کا پروانہ سمجھ رہے ہیں موت کے اس خوف اور بدحواسی نے صلیبی جنگوں کے اس خوفناک دور کی یاد تازہ کر دی ہے جب پورا یورپ صلاح الدین ایوبی کے مقابلے پر صف آرا ہو گیا تھا اور اس مرد مجاہد کے ہاتھوں ذلیل ترین شکست سے دوچار ہوا تھا۔

مغربی ممالک یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ ان کا نیا ہتھیار "شیطانی آیات" اسلام کے خلاف کارآمد ثابت ہوگا۔ اور ملت اسلامیہ جس کی صفوں سے اتحاد رخصت ہو چکا ہے ان کے خلاف کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھا سکے گی ان کو پورا یقین تھا کہ وہ مسلم ممالک کے حکمران جو مغربی بلاکوں میں تقسیم ہیں اور وہ مفاد پرست علماء جو اسلامی انقلاب کے مخالف ہیں اس فتویٰ کی مخالفت کریں گے جس سے مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا ہوگا۔ اور اس طرح اسلام سے جو خطرہ بڑھ رہا ہے اس کو کسی حد تک روکا جا سکے گا لیکن ان کے یہ تمام منصوبے خاک میں مل گئے اگرچہ توقعات کے مطابق کچھ مسلم حکمرانوں اور مفاد پرست علماء نے اس فتویٰ کی مخالفت بھی کی لیکن دنیا بھر کے مسلمانوں نے نہ کسی مسلم حکمران کی پرواہ کی اور نہ کسی مفاد پرست عالم کی بلکہ الٹا زبردستی ان کو امام خمینیؒ کی حمایت پر آمادہ کیا اور ایسا نہ کرنے والے کو اس کے انجام تک بھی پہنچایا۔ اس میں نہ صرف مسلم مردوں نے اپنا کردار ادا کیا بلکہ مسلم خواتین نے بھی ایک عظیم مجاہدانہ کردار ادا کیا امت مسلمہ نے ایک بار پھر متحد ہو کر دنیا کو دکھا دیا کہ وہ مفاد پرست مسلم حکمرانوں اور مفاد پرست علماء کے پیچھے نہیں بلکہ اب ان کے اندر بیداری آ چکی ہے۔ اب وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے بیدار ہو چکے ہیں اور وہ اب ایک بار پھر سلطان صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم کی تاریخ دہرائیں گے۔ اب انکے اندر چنگیز اور ہلاکو سے مقابلہ کرنے کی قوت پیدا ہو چکی ہے۔

امام خمینیؒ کے فتویٰ کے بعد سامراجی دنیا جس کو اس قسم کے ردعمل کی قطعی توقع نہ تھی مجبور ہو گئی کہ اپنے پہلے سے تیار کردہ پروگراموں کو روک دے۔ اٹلی، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، بلجیم اور قبرص وغیرہ میں تقریباً تیس اشاعتی اداروں نے اس کتاب کے ترجمے کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا فاہزاً اپنے کام کو روک دیا اور سلمان رشدی بھی جو امریکہ روانہ ہونے والا تھا اس کو بھی لندن میں برطانوی پولیس کی حفاظت لینی پڑی آج وہ موت اور زیست کی کشمکش میں مبتلا ہے اور موت اس کی تاک میں ہے وہ کسی بھی لمحہ اس کو دبوچ لے گی۔

امام خمینیؒ کے فتویٰ پر عالم اسلام میں جس ردعمل کا اظہار کیا گیا اس سے سپر طاقتوں کے محل لرز اٹھے۔ دنیا کے ہر مسلمان نے امام خمینیؒ کی آواز پر لبیک کہا جس سے اسلام دشمن طاقتوں کو اپنی زندگی موت کی طرف بڑھتی نظر آنے لگی اور ہر ذی شعور مسلمان کا خون جوش میں آ گیا اور ملعون رشدی اور اس کے حمایتیوں کو ابدی نیند سلانے کے لئے بیقرار ہو گیا اور ہر ایک یہی کہتا ہے

دین و دنیا کا خزانہ مجھے حاصل ہوتا
کاش میں رشدی ملعون کا قاتل ہوتا۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: علیؑ کی محبت

نے جان کی بازی لگا کر ان کی مدد کی اور ان کی بھرپور حفاظت میں ہمہ تن سرگرم رہے۔ ترس و خوف کے زمانے میں آپ نے ذوالفقار سے دشمنوں پر حملہ کیا اور ان کی کمر توڑ دی۔ آپ نے شرک و گمراہی کی دیواریں منہدم کر دیں اور گمراہوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا۔ پس اے امیرالمومنین! آپ کو موت کا جام مبارک ہو۔

آپ پیغمبرؐ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ کا دل یقین کی دولت سے مالا مال تھا اور آپ سب سے زیادہ فداکار و جاں نثار تھے اور آپ کی تقدیر خیر سے بھی زیادہ اچھی تھی۔ خداوند عالم ہم لوگوں کو آپ کی مصیبت کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپ کے بعد ہم لوگوں کو ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھے خدا کی قسم آپ کی زندگی خیر و برکت کی کنجی اور شر و فساد کے لئے قفل تھی اور آپ کی موت ہر شر و فساد کے لئے کنجی اور ہر خوبی کے لئے قفل کے مترادف ہے۔ اگر لوگوں نے آپ کی بات مان لی ہوتی تو زمین و آسمان سے ان پر نعمتوں کی بھرمار ہو جاتی لیکن ان لوگوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔۹

جی ہاں! ان لوگوں نے دنیا کا انتخاب کر لیا اور علیؑ کی انصاف پسندانہ اور اٹل سیاست کی تاب نہ لا سکے اور آخر کار جمود اور زر کا دو ٹوں کا ہاتھ لوگوں کی آستین سے نمودار ہوا اور ان ہاتھوں نے علیؑ کو شہید کر دیا۔

علی علیہ السلام کے دوستوں نے کبھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور ان کی محبت کی راہ میں اپنا سر قربان کر دیا اور خوشی خوشی پھانسی کے پھندے کو اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ان کے چاہنے والوں کی یہ قربانی یقیناً عدیم المثال ہے اور ان محبانِ علیؑ کی شہادت کی تاریخ نے تاریخ اسلام کے صفحات کو پُر کر رکھا ہے اور تاریخ اسلام کو ان شہیدوں کی شہادت پر ناز ہے اور زیاد بن ابیہ، عبیداللہ، حجاج بن یوسف، متوکل اور سب سے آگے معاویہ بن ابوسفیان کا دامن تاریخ کی ان عظیم شخصیتوں کے خون سے داغدار ہو چکا ہے۔

روایات موجود ہیں۔ علماء اہلسنت کی ۴۰ سے زیادہ کتابوں میں یہ روایت درج ہے اور ان تمام احادیث میں امیرالمومنین کی محبت کی طرف اشارہ کیا گیا۔ شیعہ کتابوں میں بھی اس موضوع پر بیشمار روایات موجود ہیں۔ علامہ مجلسی نے بحارالانوار کی ۳۹ ویں جلد میں امیرالمومنین کی محبت و دشمنی کے موضوع پر ۱۲۳ روایات نقل کی ہیں۔

۱ سورہ شوریٰ آیہ ۲۳

۲ سورہ سبا، آیہ ۴۷

۳ اسدالغابہ جلد ۴ ص ۲۳

۴ کنزالعمال، جمع الجوامع سیوطی جلد ۶ ص ۱۵۶

۵ حلیۃ الاولیاء، جلد ۱ ص ۶۳ - اس باب میں بیشمار

۶ الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۹

۷ الصواعق المحرقہ ص ۷۴

۸ مستدرک الصحیحین جلد ۳ ص ۱۳۱

۹ بحارالانوار جلد ۴۲ ص ۲۹۵ - ۲۹۶ مطبوعہ جدید

عالمی اسلامی یونیورسٹی کا قیام

اسلامی علوم و ثقافت کی تبلیغ و اشاعت و حفاظت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ۱۹۸۴ء اسلامی جمہوریۂ ایران میں ایک عالمی اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی جس میں ایران کے علاوہ بیرونی ممالک کے طالب علموں کو بھی داخلہ دیا جاتا ہے۔ اس یونیورسٹی میں باصلاحیت طالب علموں کے لئے وظیفہ کے علاوہ رہائش اور دیگر تعلیمی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ داخلہ کے لئے امیدوار کا بارہویں کلاس پاس ہونا لازمی ہے۔ اس یونیورسٹی میں مندرجہ ذیل مضامین کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔

Applied Sciences, Mathematics, Humanities and Bachelors Masters, Doctorate and Post Doctorate Degrees in Medicine.

داخلہ کے خواہشمند حضرات مزید معلومات اور داخلہ فارم حاصل کرنے کے لئے خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران ۱۸۔ تلک مارگ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ فارم حاصل کرنے کی آخری تاریخ ۳۰ اگست ہے۔

واضح رہے کہ داخلہ کے سلسلے میں یونیورسٹی سے براہِ راست رابطہ قائم کرنا ہوگا اور داخلہ فارم یونیورسٹی کو براہِ راست روانہ کیا جائے گا۔ داخلہ کے سلسلے میں یونیورسٹی کا فیصلہ ہر امیدوار کے لئے قابلِ قبول ہوگا۔

اہم خبریں

خانۂ فرہنگ میں جشن غدیر

نئی دہلی۔ ۱۵ر جولائی آج بعد نماز مغرب خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران میں عید غدیر کی ۱۴۰۰ ویں سالگرہ کی مناسبت سے ایک جشن منعقد کیا گیا جس میں مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء و دانشوران نے شرکت کی۔

نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی۔ بعد نماز مغرب جلسہ کا آغاز تلاوت کلام الٰہی سے ہوا۔ ڈاکٹر سید حسین افضل نقوی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ حجۃ الاسلام ڈاکٹر مولانا کلب صادق، مولانا نعیم عباس نوگانوی، اور مولانا سید فیروز حیدر صاحبان نے غدیر سے متعلق بصیرت افروز تقاریر کیں۔ اور جناب صوفی اکرام صابری، جناب حاکمل سنبھلی، جناب رضا امروہوی، جناب انقلاب سرسوی،

جناب نذر اعظمی، اور جناب آتیر سنبھلی نے بارگاہ امیرالمومنینؑ میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ اس جشن میں ایک ایرانی برادر جناب مصطفیٰ جعفری نے اپنے ہندوستانی ہمنواؤں کے ساتھ ذکر در مدح امیرالمومنین اردو زبان میں ایک قصیدہ پڑھا جسے بے حد پسند کیا گیا۔

مقررین و شعرا حضرات نے اپنے بیان و کلام میں واقعہ غدیر کی اہمیت و احادیث پر روشنی ڈالی اور واضح کیا کہ کیوں اور کس لئے اس اہم موضوع کو اکثر لوگوں نے نظر انداز کیا نیز انحرافی روش اختیار کی۔

مولانا فیروز حیدر صاحب نے اپنی مدلل تقریر میں سوال اٹھایا کہ اگر بغیر خلیفہ کی نامزدگی کے اسلام کو تکمیل دین کی سند مل گئی تھی تو چونکہ بعد رسولؐ اسلام میں جو اضافہ کیا جائے وہ عمل بدعت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس ادارہ خلافت کے قیام کی ضرورت نہیں تھی۔ بصورت دیگر اگر رسولؐ نے کسی کو نامزد کر دیا تھا تو اس کو خلیفہ کیوں نہیں مان لیا گیا؟ اس الیکشن کی کیا ضرورت تھی؟ مولانا ڈاکٹر کلب صادق صاحب نے فرمایا کہ اسلام میں کسی بھی حدیث کے اتنے راوی نہیں ہیں۔ جتنے حدیث من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کے ہیں۔ مولانا نعیم عباس صاحب نے فرمایا کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر میدانِ غدیر میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاجیوں کا مجمع تھا اور رسول خدا نے خصوصی ہدایت کی تھی کہ جو کچھ یہاں میدانِ غدیر میں سنا اور دیکھا ہے اس کی اطلاع غائبین تک پہنچانا آپ سب کا فرض ہے۔ لہٰذا حدیث غدیر کی روایت اور تواتر کے مقابلہ میں کوئی بھی حدیث نہیں آئی۔

رات کو ۱۲ بجے تک یہ جلسہ جاری رہا۔ حوالت وقت کی بنا پر محترم رایزن فرہنگی نے تقریر نہیں کی جلسہ کے بعد جملہ شرکاء جلسہ کی پذیرائی کی گئی۔

درگاہ شاہِ مرداں میں جشن غدیر

نئی دہلی۔ ۱۸ ذی الحجہ آج شب درگاہ شاہِ مرداں علی گنج نئی دہلی میں مجلس علماء و خطباء دہلی کی جانب سے چہاردہ صد سالہ جشن غدیر و مباہلہ کے سلسلے میں جشن غدیر منعقد کیا گیا جس میں عقیدت مندانِ مولا علیؑ نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔

جشن غدیر کی صدارت حجۃ الاسلام والمسلمین آقائی سید علی نقوی امام جمعہ والجماعت شیعہ جامع مسجد دہلی نے فرمائی۔ جشن کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ عزت مآب عالی جناب آقائی ابراہیم رحیم پور محترم سفیر کبیر جمہوری اسلامی ایران نے اپنی پرمغز تقریر سے جشن کا افتتاح فرمایا۔ آقائی سفیر مدظلہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ غدیر مساوات کا بین الاقوامی اور آفاقی پیغام ہے جہاں انسانیت، محبت و اخوت کا درس ملتا ہے۔ غدیر اسلام کا ایسا مضبوط ستون ہے کہ اگر اس کو خارج کر دیا جائے تو قصر اسلام زمین بوس ہو جائے گا!

آقائی سفیر مدظلہ کی تقریر کے بعد جناب مولانا جعفر رضا صاحب اور مبلغ اسلام مولانا نعیم عباس عابدی نے بہترین تقریر فرمائی۔ ان کے بعد مکتب اہلسنت سے تعلق رکھنے والے مہمان، ڈاکٹر قسیم احمد رحمانی نے "غدیر کی سیاسی ضرورت پر عصر حاضر کے تقاضے" عنوان کے تحت عقیدت سے بھرپور تقریر فرمائی۔

اس پروگرام کی نظامت ڈاکٹر حسینی افضل نقوی سکریٹری مجلس علماء و خطباء دہلی نے فرمائی۔ اور جناب شمیم امروہوی، اقدر مچھلیسی، نعیم القادری، سید بارکون، حیدر کرتپوری، خورشید حیدر مظفر نگری، ذوالفقار عادل رام پوری، اختر عابد نوگانوی، اشفاق سالکوہی، نذر عباس اعظمی اور دیگر مقامی شعراء نے بارگاہ امیرالمومنینؑ میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ صدر جلسہ کے دعائیہ کلمات پر رات کو ۱ بجے جشن غدیر نعرہ حیدری کے پرجوش نعروں کی گونج میں اختتام پذیر ہوا۔

دو روزہ الغدیر بین الاقوامی سیمینار و کانفرنس

نئی دہلی (۱۸ر جولائی) امامیہ ہال (ڈھکوئیاں روڈ) الغدیر فاؤنڈیشن دہلی کے زیر اہتمام چہاردہ صد سالہ جشن غدیر کی مناسبت سے دو روزہ بین الاقوامی سیمینار و کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اس کے چار اجلاس میں مقامی و بیرونی علماء و دانشوران نے مقالے پڑھے۔

مقالہ نگار حضرات میں حجات الاسلام مولانا روشن علی (قم)، مولانا حسن عباس فطرت (پونہ)، مولانا علی اختر

امامیہ ہال میں کانفرنس کے دوران سہ ماہی مجلہ الغدیر کا اجرا کرتے ہوئے محترم رایزن فرہنگی جناب سید محمد حسن شاہ شنگیان تصویر میں ان کے برابر حجات الاسلام مسعود مہدی عابدی، حسن عباس فطرت اور محبوب مہدی عابدی (بانی الغدیر فاؤنڈیشن) کھڑے ہوئے ہیں۔

گوپالپوری (بہار)، مولانا محمد جابر جوراسی (لکھنو)، مولانا سید محمد رضوی (کشمیر)، مولانا تنویر حسین سرسوی (لکھنو)، مولانا محمد احمد (دھنباد)، مولانا رئیس جارچوی (غازی آباد)، مولانا انور عادل (مراد آباد)، مولانا فیروز حیدر (علیگڑھ)، مولانا نجف علی (نوگانواں سادات)، مولانا عبد المنان (آبی چشتی (اجمیر)، مولانا طالب حسین زیدی (دہلی)، جناب فیروز۔ ۱۔ ۔ پونہ والا (پونہ)، جناب سید محمد حسن شاہچنگیان۔ (ایران)، جناب ذہین نقوی (دہلی)، جناب صدیق اکرام صابری (کلیر شریف) بھی شامل تھے۔

محترم رایزن فرہنگی جمہوری اسلامی ایران جناب سید محمد حسن شاہچنگیان نے اس کانفرنس کے دوران مجلہ "الغدیر" کا اجرا کیا۔ اس دو روزہ کانفرنس کے آخر میں الغدیر خلّاق مشن کے بانی حجۃ الاسلام سید محبوب مہدی عابدی نے مجلہ شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

غالب اکیڈمی میں جشن ولا

نئی دہلی۔ (۱۶ر جولائی) بزم یادگار انیس کی جانب سے آج یہاں بستی حضرت نظام الدین میں واقع غالب اکیڈمی میں عید غدیر کی چہاردہ صد سالہ یادگار کی مناسبت سے جشن ولا منعقد کیا گیا جس میں علمائے کرام، دانشوران عظام اور شعرا حضرات نے شرکت فرمائی۔

جلسہ کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ قاری عبد المنان صاحب نے آیات قرآن کی تلاوت فرمائی۔ جناب علامہ اخلاق حسین دہلوی نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ کرنل بشیر حسین زیدی نے افتتاح اور جناب ذہین حسین نقوی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ حجت الاسلام مولانا طالب حسین زیدی، مولانا سید محبوب مہدی عابدی، مولانا عقیل الغروی صاحبان نے تقاریر کیں۔

شعرائے کرام کی کثیر تعداد نے بارگاہ امیر المومنینؑ میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ ان میں راحت حسین جعفری، رگھو ناتھ سہائے امید، حیات جاوید، متین صدیقی، قیس رامپوری، رفعت سروش، کمال جعفری، باقر عباسی، فیروز دہلوی جونپوری، ابرار کرتپوری، مخمور سعیدی، خواجہ سحری، نذر اعظمی، مرغوب عابدی، اور حیات لکھنوی صاحبان کے کلام کو بالخصوص پسند کیا گیا۔

(داہنیں سے بائیں۔ علامہ اخلاق حسین دہلوی، جناب شریف الحسن نقوی، حجت الاسلام عقیل الغروی، محبوب مہدی عابدی، نعیم عباس۔ محفل ولا غالب اکیڈمی میں)

پروگرام رات ۹ بجے سے ۱۲ بجے رات تک جاری رہا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اوّل تا آخر سامعین نے دلچسپی و دلجمعی کے ساتھ مقررین و شعرا کے بیان و کلام کو سنا۔

بمبئی میں جشن غدیر

بمبئی۔ (۱۴ر جولائی) ہمارے خصوصی نمائندے کی گزارش کے بموجب آج شب کیسر باغ، ڈونگری میں انجمن شمشیر حیدری کی زیر نگرانی چہاردہ صد سالہ عید غدیر کی مناسبت سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس میں متعدد علمائے کرام، دانشوران عظام اور شعرا حضرات نے شرکت فرمائی۔

جلسہ کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ حجۃ الاسلام ڈاکٹر کلب صادق کی صدارت میں یہ جلسہ ۹ بجے شب شروع ہوا۔ بمبئی میں اسلامی جمہوری ایران کے قونصل جنرل جناب ژالی اور خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔ نئی دہلی کے ڈائرکٹر جناب غلام رضا نور محمدان بحیثیت مہمان خصوصی اس جشن میں شریک تھے۔ ان کے علاوہ اتحادیہ انجمنہائے اسلامی دانشجویان ایرانی ہند۔ بمبئی کے اراکین بھی جلسہ میں تشریف لائے تھے۔

حجۃ الاسلام محمود الحسن، حجۃ الاسلام مرزا اشفاق حسین نیز مذکورہ بالا حضرات نے فضائل امیر المومنینؑ اور واقعہ غدیر پر روشنی ڈالی۔ شعرائے کرام نے بارگاہ امیر المومنینؑ میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ یہ جلسہ شب ڈیڑھ بجے اختتام پذیر ہوا۔

جعفری یوتھ فیڈریشن کی نظارت میں جشن غدیر

(دائیں سے بائیں — حجت الاسلام سید طالب حسین زیدی، محبوب مہدی عابدی، سید سید علی تقوی، محترم رایزن فرہنگی حجۃ الاسلام الاز عادل جناب محمد تقوی)

نئی دہلی۔ (۸ر جولائی)۔ آج شام یہاں ہماچل بھون آڈیٹوریم میں جعفری یوتھ فیڈریشن آف انڈیا، دہلی کی جانب سے ۱۴۰۰ ویں عید غدیر کے سلسلہ میں جشن منعقد کیا گیا۔ اس جشن سے قبل امام خمینی کی برسی کی مناسبت سے اسی ہال میں مذکورہ تنظیم کی جانب سے امام خمینی کی شخصیت و افکار پر مبنی ایک کوئز کا اہتمام کیا گیا جس میں ۸ نوجوانوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ حجۃ الاسلام سید سید علی تقوی کی صدارت میں شام ۶ بجے تلاوتِ کلام پاک کے ساتھ جلسہ کا آغاز ہوا۔ محترم رایزن فرہنگی جمہوری اسلامی ایران جناب سید محمد حسن شانگیان اس جلسہ میں مہمان خصوصی تھے۔ مولانا محبوب مہدی عابدی، مولانا انور عادل اور ڈاکٹر تسلیم احمد رحمانی نے اپنی تقاریر کے دوران عید غدیر اور فضائل امیر المومنینؑ پر روشنی ڈالی۔ اس موقع پر شعراء کرام نے بھی اپنا منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ ان میں ضمیر الٰہ آبادی، رضا سرسوی، صوفی اکرم صابری، منتظر نانوتوی اور تنویر اعظمی شعراء شامل تھے۔

اس جلسہ سے قبل امام خمینیؒ کی شخصیت و افکار موضوع پر فی البدیہ مقابلہ ہوا تھا۔ اس میں ۸ نوجوان کامیاب ہوئے۔ ان کو جعفری یوتھ فیڈریشن نے بطور انعام قیمتی تحائف پیش کئے۔

سانکھنی ضلع بلند شہر سے ایک لاکھ کا عطیہ

سکریٹری انجمن حیدری سانکھنی سے لکھتے ہیں کہ ۲۵ر جون ۱۹۹۰ء کو انجمن حیدری سانکھنی کے اراکین کا ایک جلسہ زیر صدارت جناب حاجی مہربان علی صاحب ہوا جس میں ۲۱ر جون ۱۹۹۰ء کو ایران میں تہران کے شمال مغربی حصہ میں حادثہ زلزلہ، جس نے بہت بڑی آبادی کے مکانوں کو تباہ اور مکینوں کو کافی تعداد میں زخمی اور ایک بڑی تعداد میں عورتوں اور مردوں چھوٹوں اور بڑوں کو شہید کردیا، پر تمام اراکین جلسہ کو دلی صدمہ اور رنج ہوا۔ اراکین جلسہ نے مجروحین کے لئے دعائے صحت کی اور شہید ہونے والے افراد کی شہادت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے واقعات کربلا کا ذکر کیا۔ تمام اراکین انجمن حضرت ولی عصرؑ کی خدمت میں ان کے متعین کا پرسہ پیش کرتے ہوئے آیت اللہ آقای سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی و حجۃ الاسلام والمسلمین آقای رفسنجانی مدظلہ العالی اور تمام مرحومین کے پسماندگان اور متعلقین کی خدمت میں بصمیم قلب تعزیت پیش کی اور دعا کی کہ خداوند عالم بحق چہاردہ معصومینؑ سربراہان مملکت اسلامی کو قوت صبر عطا فرمائے اور مجروحین اور تمام بندگان خدا کی خدمات کا موقعہ عنایت فرمائے آمین۔

اطلاعاً عرض ہے کہ ہماری انجمن کا ایک وفد زلزلہ سے متاثرین کی مدد کے لئے ایک لاکھ روپیہ لے کر خانۂ فرہنگ پہنچیگا۔

دہلی میں مراسم تعزیت

مجلس علماء و خطباء، دہلی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر سید حسین افضل نقوی کی گذارش کے بموجب ۲۲ر جون کو بعد نماز جمعہ شیعہ جامع مسجد دہلی میں ایران میں زلزلہ کے نتیجہ میں جاں بحق ہونے والے مومنین کے ایصال ثواب کے لئے ایک مجلس عزا کا انعقاد کیا گیا اور مجروحین و متاثرین کی صحت و صبر جمیل کے لئے دعا کی گئی۔

نیز ۲۹ر جون کو بھی بعد نماز جمعہ مجلس علماء و خطباء کی جانب سے اس حادثہ میں جاں بحق ہونے والے ایرانی حضرات کے ایصال ثواب کے لئے مجلس الشہداء کا انعقاد کیا گیا۔

بنارس میں جلسۂ تعزیت

انجمن جعفریہ الراتب دودھی پورہ بنارس کے زیر اہتمام ایک خرنی جلسہ منعقد ہوا جس میں شمال مغربی ایران میں آئے ہوئے زلزلے سے ہزاروں افراد کے جاں بحق ہونے پر اظہار غم و افسوس کیا گیا اور زخمیوں کی صحت یابی کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کی گئی۔ مومنین نے اپنے گھروں پر سیاہ جھنڈے لہرائے۔ شب میں ایک مجلس عزا زلزلہ میں انتقال کرنے والے ایرانیوں کے ایصال ثواب کے لئے منعقد کی گئی جس میں ذاکر اہلبیت جناب اسد عباس صاحب ایرانی نے خطاب فرمایا۔

حوزہ علمیہ مدرسہ اثنا عشریہ کرگل (لداخ) میں رہبر انقلاب امام خمینیؒ کے یوم ارتحال کی پہلی برسی

سکریٹری حوزۂ علمیہ مدرسہ اثنا عشریہ کرگل کی گذارش کے مطابق انقلاب اسلامی کے داعی اور ایران وعالم انسانیت میں انقلاب کی نئی روح پیدا کرنے والے عظیم رہنما امام خمینیؒ کے یوم ارتحال کی پہلی برسی کے موقع پر حوزۂ علمیہ کرگل نے امام مرحوم کی ایصال ثواب کے لئے مورخہ ۴ر جون ۱۹۹۰ء کو ایک مجلس فاتحہ خوانی وتعزیتی جلسہ کا اہتمام کیا، جس میں مقامی اور باہر کے متعدد علماء اور شعرائے عظام کے علاوہ ہزاروں عقیدت مندانِ امام خمینیؒ نے شرکت کی۔ خصوصی مجلس میں دیگر شخصیتوں کے علاوہ جموں وکشمیر کے سابق وزیر جنگلات وامور لداخ منشی حبیب اللہ صاحب اور موجودہ ممبر پارلیمنٹ غلام حسن صاحب کمانڈر نے بھی شرکت کی۔

مجلس کی پہلی نشست میں امام مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے علماء دین مع طلاب علوم حوزہ علمیہ اور باقی شرکاء نے گیارہ کامل کلام پاک کی تلاوت اور ختم شریف کی اور بعد فاتحہ خوانی کے مجلس کی دوسری نشست شروع ہوئی۔ جس میں علماء کرام اور دیگر مقررین نے امام مرحوم کے تئیں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے امام خمینیؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اور صدارت کے فرائض حوزہ علمیہ مدرسہ اثنا عشریہ کے صدر جناب آغا سید حسین صاحب الموسوی نے انجام دیئے۔

افتتاحی تقریر میں سکریٹری حوزہ علمیہ آغا شیخ محمد ... نے شرکاء مجلس کا خیر مقدم کرتے ہوئے قائد کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ امام خمینیؒ نے حق کی تائید اور باطل کی مخالفت کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد ممتاز عالم دین آقای شیخ غلام محمد صاحب فقہی نے اپنی مفصل تقریر میں امام خمینیؒ کو عالم اسلام کی نمایاں شخصیت کے نام سے یاد کرتے ہوئے کہا کہ درحقیقت خمینیؒ اس مرد مجاہد کا نام ہے جس نے عالمی سامراج کو لرزہ براندام کیا۔

جناب آقای سید عباس صاحب الموسوی گرینڈ پریسیڈن نے امام کے تئیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ خمینیؒ اس ہر دلعزیز شخصیت کا نام تھا۔ جو دلوں کی محبوب دینوں کی مراد و مقصود عاشقان خدا و رسولؐ کی معشوق اور ہم سب کی امید و آرزو تھی۔ جو آج اس دنیا بے وفا میں نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

ان کے بعد حجۃ الاسلام آقای شیخ احمد صاحب شعبانی، جناب آقای شیخ موسیٰ صاحب سکمبوہ، جناب اخوند احمد حسین ہردواسی، جناب شیخ احمد حسین صاحب محمدی، حجۃ الاسلام شیخ محمد مفید، آقای سید محمد شاہ صاحب تکلت اور آقای شیخ موسیٰ صاحب شریعتی نے تقاریر کیں۔

مجلس کا اختتام صدر مجلس وحوزہ علمیہ مدرسہ اثنا عشریہ کرگل (لداخ) جناب آغا سید حسین الموسوی کے شکریہ سے ہوا۔

مظفر نگر میں امام خمینیؒ کی عزاداری

حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی رضوان اللہ علیہ کے ارتحال پر ملال کی پہلی برسی کے موقع پر حوزہ علمیہ مظفر نگر کی جانب سے مظفر نگر اور اطراف مظفر نگر میں ۵ر جون تا ۱۳ر جون ۱۹۹۰ء ۲۶ مقامات پر مجالس عزا منعقد کی گئیں۔

جن میں درج ذیل خطباء نے مومنین سے خطاب کیا۔

جناب مولانا سید مظہر الحق قاسمی، جناب مولانا سید ذاکر حسین، جناب مولانا سید ریاض اکبر، جناب مولانا الشیخ قربان علی، جناب مولانا سید حسین مہدی جناب مولانا سید محمد صادق، جناب مولانا سید حسن اکبر، جناب مولانا الشیخ اقبال حیدر، جناب مولانا السید وقار حسین، جناب مولانا سید رضا قدر، جناب مولانا سید ذیشان حیدر صاحبان ہم ۱۳ر جون کو حوزہ علمیہ میں مجلس کا انعقاد ہوا۔ جس کا آغاز بذریعہ صبح قرآن پاک کی تلاوت سے جناب نور عالم صاحب نے کیا۔ اس کے بعد بہت سے شعراء کرام نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ بعد میں جناب مولانا فیروز حیدر صاحب نے مجلس کو خطاب کیا۔ اور امام خمینی رضوان اللہ کی زندگی پر روشنی ڈالی یہ پروگرام شام چھ بجے تک چلا بعد میں ماتمی انجمنوں نے سینہ زنی کی۔ پروگرام کے اختتام پر رئیس حوزہ علمیہ حجۃ الاسلام والمسلمین سید اسد رضا حسینی (مجتہد) نے خطباء وعلماء اور شرکاء مجلس کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعائیہ کلمات پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

رامپور میں امام خمینیؒ کیلئے تعزیتی نشست

چودھری مسلم نمازی کی گذارش کے بموجب امام خمینی علیہ الرحمۃ کی برسی کے موقع پر لائبریری میں ایک تعزیتی میٹنگ ہوئی اور اسی دن ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا جس میں قائد اسلام امام خمینیؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا اس موقع پر ایک تعزیتی قرارداد بھی پاس کی گئی جس کی کاپی منسلک ہے۔ لائبریری کے تمام ذمہ داران واراکین آپکے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

امام خمینیؒ کا دلیسہ ضلع مئو میں

ضمیم رضا معروفی سکریٹری انجمن مظلومیہ لکھتے ہیں کہ شیرہ جامع مسجد پورہ معروف ضلع مئو میں علماء ومومنین کی جانب سے

یکم جون ۱۹۹۰ء بعد نماز جمعہ حضرت امام خمینی طاب ثراہ کی جانگداز رحلت کی "پہلی برسی" زیر سرپرستی حجۃ الاسلام جناب مولانا تفضل مہدی وافضلؔ استاد جامعہ جوادیہ بنارس منعقد کی گئی ثقۃ الاسلام مولانا مظفر نقی معروفی متعلم قم ایران ثقۃ الاسلام سید اطہر عباس بنگالی متعلم قم ایران نے امام خمینی کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی اور مضافات سے آئے ہوئے مومنین کو امام خمینیؒ کی یاد منانے کی تاکید کرتے ہوئے اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی تلقین کی۔ اور فرمایا کہ امام خمینیؒ کا تذکرہ کرکے اسلام ومسلمین کو تقویت پہنچائیں تاکہ سامراجی طاقتوں کا مقابلہ کیا جاتا رہے۔

"یادِ امام اُمّت" ـــ علیگڑھ میں
بمناسبت اوّلین دیسہ

سید شاہد حسین سکریٹری انجمن تبلیغ عزا علی گڑھ کی گذارشس خبر کے مطابق امام اُمّت آیۃ اللہ العظمیٰ مرجع الانام حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی پہلی برسی کے موقع پر زہرہ باغ، علی گڑھ کے مومنین نے والہانہ جذبات کے ساتھ اظہار غم کرتے ہوئے حسینی مسجد زہرہ باغ علی گڑھ میں تین دن کا تعزیتی پروگرام منعقد کیا۔

پہلے دن یعنی ۸ر جون ۱۹۹۰ء کو بعد نماز عشاء ایک جلسۂ تعزیت منعقد ہوا جس میں ادائے تعزیت کے علاوہ انقلاب جمہوری اسلامی ایران اور اس کے اثرات سے متعلق متعدد سوالات کے جوابات مولانا ڈاکٹر سید فرمان حسین صاحب قبلہ نے دیگر حاضرین کو ایران کے تازہ ترین حالات سے آگاہ کیا۔ اور جن لوگوں کے ذہن میں لاعلمی کی بنا پر کچھ سوالیہ نشانات تھے ان کو مطمئن کیا۔

۹ر جون ۱۹۹۰ء کو مجلس ترحیم کا انعقاد ہوا جس میں اوّلاً عالی جناب سید ظفر حسین صاحب نقوی شکارپوری نے امام امت اعلی اللہ مقامہ کے سلسلے میں عقیدت وحقیقت سے بھرپور ایک مسدس پیش کی جس سے سامعین میں ایک نیا جوش وخروش پیدا ہوا۔

منظوم عقیدت کے بعد تقاریر کے سلسلے کا آغاز ہوا اور سب سے پہلے حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید منظور محسن رضوی نے امام اُمّت کی عالمی قیادت اور اسلوب قیادت پر بھرپور روشنی ڈالی جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

پھر جناب ڈاکٹر شاہ محمد وسیم نے ایران کے موجودہ حالات اور بے بہا خدمات پر انتہائی موثر انداز میں تقریر کی ان کے بعد ڈاکٹر سید قاسم مجتبیٰ کامونپوری (مقیم حال سحازی لینڈ افریقہ) ابن جناب حجۃ الاسلام علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسین صاحب کامونپوری اعلی اللہ مقامہ سابق رئیس شعبۂ دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے امام خمینی رح اور امت مسلم کی فکری قیادت کے عنوان سے بھرپور تجزیہ اور سیر حاصل تبصرہ پیش کیا۔ پھر ہندوستان میں سفارت ایران کے فرسٹ سکریٹری جناب دہقانی صاحب نے حضرت امام طاب ثراہ کے خدمات اور حالات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

کلکتہ میں مجلس ذکر امام اُمّت

سید ذاکر حسین جعفری کی گذارش کے مطابق ۱۰ر مئی ۱۹۹۰ء بعد نماز جمعہ مسجد جامع آئیرن گیٹ مٹیابرج میں منجانب ادارۂ منشورات اہل البیت مٹیابرج ایک مجلس بغرض ایصال ثواب آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ الموسوی الخمینی قدس سرہٗ منعقد ہوئی جس میں کثیر تعداد میں مومنین نے شرکت فرماکر محسن قوم قائد بے مثال کی ذات بابرکات کو خراج عقیدت پیش کیا۔

عالیجناب حجۃ الاسلام الحاج غلام السیدین نجفی صاحب (امام جمعہ والجماعت جامع مسجد آئیرن گیٹ مٹیابرج) نے خطبۂ جمعہ میں بعد حمد وثنائے خالق کائنات ـــ امام خمینی قدس سرہٗ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اس کے بعد فریضۂ عبادت الہٰی بصورت نماز جمعہ ونماز عصر باقتدائے مولانا موصوف ادا کی گئی اور اس کے بعد مجلس ذکر امام امت کا آغاز تلاوت سورۂ حمد سے ہوا۔ عالیجناب حجۃ الاسلام مولانا سید اطہر عباس رضوی نے اپنے منفرد انداز میں امام خمینی رضوان اللہ کے اہم کارناموں کو بیان فرمایا اپنے سلسلۂ کلام میں مولانا موصوف نے امام خمینی قدس سرہٗ کی زندگی کے آخری ایام کے اس اہم کارنامے یعنی کتاب "شیطانی آیات" کے مصنف ملعون سلمان رشدی کے خلاف قتل کے فتوے کی بہت ہی عمدہ انداز میں توضیح فرمائی۔ پروگرام کے آخر میں حجۃ الاسلام عالیجناب مولانا سید سردار امام رضوی صاحب نے امام خمینی طاب ثراہ کے سوانح حیات کو اس حسن وخوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ ربط مجلس کو بھی باقی رکھا اور فضائل ائمہ معصومین علیہم السلام سے بھی رابطہ قائم رہا۔

ایرانی فلم ساز کو عالمی ایوارڈ

آسٹریلیا میں منعقد ہونے والے حالیہ بین الاقوامی فلم فیسٹول میں اسلامی جمہوریۂ ایران کے نوجوان فلم ساز خسرو اسدی کی "تیسرا انتظار میں چشم براہ" نامی فلم کو دوسرے عالمی ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا۔

اس فلم میں فلم ساز نے گاؤں کے دو نوجوان لڑکوں کی کہانی کو فلمایا ہے جن میں سے ایک نوجوان کے گھر والے اقتصادی پریشانی سے تنگ آکر ملازمت کی تلاش میں شہر کی طرف روانہ ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرا نوجوان گاؤں ہی میں رہ جاتا ہے لیکن یہ اپنے دوست کو واپس لانے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ لیکن اس کی ساری کوشش بیکار ہو جاتی ہے اور وہ اپنے دوست کے انتظار میں آنکھیں لگائے رہ جاتا ہے۔

حضرت اسدی ایک نوجوان اور ابھرتے فلم ساز ہیں انھوں نے پونا یونیورسٹی ہند سے علوم سمنیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔

اظہارِ تشکر

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

سرزمین ایران میں رونما ہونے والا خوفناک زلزلہ ایک ایسا المیہ ہے جس نے پوری دنیائے بشریت کو لرزہ براندام کر دیا ہے۔ چند لمحوں میں ہزاروں افراد کی بھیانک موت اور لاکھوں افراد کا زخمی اور بے گھر ہو جانا یقیناً ایک ناقابل تلافی نقصان ہے لیکن ایسے حالات میں صبر و ثبات قدم کے ذریعہ ہی خوشنودئ پروردگار حاصل کی جا سکتی ہے اور بحمد اللہ ملت اسلامیہ ایران نے اس الٰہی آزمائش کے دوران راضی برضائے الٰہی ہونے کا عملی ثبوت فراہم کر دیا ہے۔

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران ان تمام مخلص افراد و اداروں کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس آزمائش کے دوران زلزلہ زدہ زخمیوں اور بے گھروں کی اعانت کے سلسلے میں عملی قدم اٹھائے ہیں اور اپنے تعزیتی پیغامات کے ذریعہ رنجیدہ لوگوں کے تسکین قلب کا سامان فراہم کیا ہے۔

پیغامات ارسال کرنے والوں کی فہرست کافی طویل ہے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

علماء و دانشوران

حجۃ الاسلام مولانا سید علی نقوی امام جمعہ شیعہ جامع مسجد دہلی۔
مولانا سید عبد اللہ بخاری۔ شاہی امام۔ شاہی جامع مسجد دہلی۔
مفتی محمد اختصاص الدین اجمل
ناظم اعلیٰ اجمل العلوم سنبھل۔ مراد آباد (یو۔پی)
سید محمد ثانی نظامی
سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین۔ دہلی
پرنسپل کچھوچھہ اشرفیہ کالج
قصبہ کچھوچھہ۔ ضلع سیوان (بہار)
ڈاکٹر ایس۔ ایم سیادت نقوی

امام جمعہ و جماعت شفاعت پوتہ امروہہ (یو۔پی)
ڈاکٹر مولانا سید کلب جعفری
راجپوتانہ شیعہ کالج۔ جے پور۔ راجستھان
ایم۔ اسلم حسین
مرکز تعلیم اسلامیہ مڈل اسکول۔ نوبت خانہ۔ امروہہ
پیرزادہ سراج معانی نظامی۔
درگاہ حضرت نظام الدین۔ نئی دہلی
مہدی حسن واعظ مجلس علماء جعفریہ۔ مسجد جعفر آباد۔ جلال پور۔ فیض آباد (یو۔پی)
سید تنویر نقوی
وائس پرنسپل جوادیہ عربی کالج بنارس (یو۔پی)
نیر جعفری۔ مدرسہ ناظمیہ
جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دہلی۔
مولانا اسد عباس ایرانی
دبی پور۔ بنارس (یو۔پی)
عوض علی انصاری
ریسرچ اسکالر میرٹھ یونیورسٹی میرٹھ (یو۔پی)

خالد یوسف۔ آنریری جنرل سکریٹری پیام ولایت
داؤد سرائے۔ سہارنپور (یو۔پی)
جاوید طارق۔ قائم اسکول۔ مراد آباد (یو۔پی)
طفیل حیدر زیدی۔ کوتوالی سادات۔ بجنور (یو۔پی)
ڈاکٹر ایس۔ ایس۔ ایل نقوی۔ فراشخانہ دہلی
ڈاکٹر اقبال احمد گنیش پارک۔ راجندرا کریسنٹ دہلی
ڈاکٹر ایس۔ اے ظفر
شعبہ فارسی۔ لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ (یو۔پی)
محسن علی شیرازی۔ پارک اسٹریٹ۔ کلکتہ (بنگال)
ایس۔ اے جگر جعفری۔ عیش باغ لکھنؤ (یو۔پی)
ایس منظر حسین رضوی۔ مکتبہ باب العلوم
نواب گنج عالیہ آباد۔ بہرائچ (یو۔پی)
قاضی عبد الستار۔ رائے چور (کرناٹک)
جی۔ مرتضیٰ ایڈوکیٹ۔ سیتاپور (یو۔پی)
کیلے سنبھل۔ بزم مجلز
نوریو سرائے۔ سنبھل۔ مراد آباد (یو۔پی)
حکیم کمال الدین ہمدانی۔ سید نگر علی گڑھ

عبد المالک سلیم۔ ادارہ الحسنات۔ رامپور یو۔پی
دسی اقبال
انڈو ایران۔ فرینڈ شپ ایسوسی ایشن رامپور (یو۔پی)
ماسٹر وحشی علی جعفری۔ محلہ سادات۔ سرسی
ضلع مراد آباد (یو۔پی)
غلام اصغر زمانی
میرا سنگھ احمد
بہادر پور بازار۔ سیوان (بہار)
عبد الرشید
۱۲۷ محل۔ ناگپور (مہاراشٹرا)
محمد سید شبیر رضوی
تصور عباس۔ کاظمین روڈ۔ لکھنؤ (یو۔پی)
آغا حامد۔ محلہ دانشمندان۔ سرکی ضلع مراد آباد (یو۔پی)
اصغر مرزا۔ گول کوٹھی۔ کلکتہ
سید تقی حسن۔ رضا ٹیکنیکل امام شمسیہ آنرکو، جونپور (یو۔پی)
ویژن محمد ایڈیشن آرٹسٹ۔
ہمایوں نگر۔ حیدر آباد (یو۔پی)
سید تنویر حسین عابدی
دانل منڈی۔ ورانسی (یو۔پی)
سید اسرار حسین۔ بیساڈ (گجرات)
مسرت خلیل احمد
حیدری باغ۔ صدر کینٹ۔ جبل پور
زبیر احمد
بسوا کلیان۔ ضلع بیدر (کرناٹک)
شیخ حیدر مہدی
جامعہ ناصریہ گولہ گنج۔ لکھنؤ (یو۔پی)
ڈاکٹر رفیع اختر۔ بسنت پور۔ گورکھپور (یو۔پی)
سید کاظم بیگ
قصبہ برسشدل پور۔ رائے بریلی (یو۔پی)
سید اسعد احسن نقوی
کٹرہ ابو تراب خاں۔ لکھنؤ (یو۔پی)
سید ولی سجاد۔ کشن گنج (بہار)
جی۔ ایم۔ اے۔ ذاکری
کرگل۔ لداخ (کشمیر)
فدا حسین کسری۔ ہردا س۔ کرگل (کشمیر)
سید امیر حسن رضوی
پرتاپ گڑھ (یو۔پی)
ڈاکٹر سید ولدار احمد رضوی۔
معدن پورہ۔ ضلع دیوریا (بہار)
ایم۔ اے عباسی
گجرات کالج احمد آباد (گجرات)
جمیل احمد۔ تکیہ باغ۔ کالپی پور (یو۔پی)
دیا نند سانگے۔ بوری ولی۔ بمبئی
فیروز احمد خان۔ خان بک اسٹال کٹیا سرائے جونپور (یو۔پی)

محمد طیب رضوی۔ تفضیلہ۔ سیتاپور (یو۔پی)
حاجی محمد اکرام۔ ڈھول کھار۔ آگرہ (یو۔پی)
سید محمد شکیل۔ واصل گنج۔ مرزاپور (یو۔پی)
سید محمد حسن۔ کرہن پور۔ بنارس (یو۔پی)
محمد حسین بلوی۔
گاندھی نگر۔ ضلع بیڑ۔ مہاراشٹر
سید فصاحت عسکری نقوی
سید واڑہ۔ صفی پور۔ ضلع اوناؤ (یو۔پی)
واقف عابدی
محلہ انصاریان۔ سہارنپور (یو۔پی)
ترنجی بیگم۔ نانبندی ٹولہ۔ لکھنؤ (یو۔پی)
انجمن۔ دانشمندان۔ امروہہ (یو۔پی)
جامعہ سید۔ محلہ ابو البرکات دیوبند (یو۔پی)
شان رضا۔ محلہ دانشمندان۔ امروہہ (یو۔پی)
محمد احسان انصاری۔ دانشمندان امروہہ (یو۔پی)
تصدق حسین۔ محلہ انصاریان۔ سہارنپور
اطہر حسین زیدی۔ شیخ سرائے سیتاپور (یو۔پی)
اسلم مرزا۔ نوبت خانہ۔ امروہہ
صغیر حسین۔ محلہ رنگ محل۔ بلند شہر (یو۔پی)
حسن حیدر شری نواس پوری نئی دہلی
چندن نقوی۔ گزری۔ امروہہ (یو۔پی)
ایس رضا حسن بلگرامی
آزاد نگر۔ (بہار)
نجیر حسین۔ سناؤرہ۔ محلہ چھیٹہ۔ سہارنپور (یو۔پی)
مختار احمد
کاسمس ہاؤس۔ ایم۔ جی مارگ۔ لکھنؤ (یو۔پی)
شکیل حسن
مگر پور۔ بجگت۔ اعظم گڑھ (یو۔پی)
محمود داؤد خان۔ محلہ دورنڈی
رانچی (بہار)
نفیس حیدر زیدی۔ قصبہ شاہ پور۔ مظفر نگر
مسیح اختر۔ کلشن بنجارہ۔ الہ آباد (یو۔پی)
نواسہ امروہوی۔ کوٹ اسٹریٹ امروہہ (یو۔پی)
محمد حسین رضوی گاندھی نگر
امبا جوگائی۔ ضلع بیڑ (مہاراشٹر)
ایس راحت حسین جرولی
شاہ امام باڑہ۔ فتح پور۔ بارہ بنکی (یو۔پی)
جامعہ ہیلپ۔ پرنسپل۔ بھروچ۔ گجرات
ایس۔ صید حیدر باقری
محمد حسن۔ ضلع مراد آباد (یو۔پی)
جانباز حسین۔ شاستری نگر۔ کانپور (یو۔پی)
ایم۔ شفیع قرآن منزل۔ ایجنٹ۔ اورنگ آباد (مہاراشٹر)
محمد مصطفیٰ۔ دریاباد۔ الہ آباد (یو۔پی)
مبارک علی۔ محلہ جماد پار (محل) امروہہ (یو۔پی)

بیبر کا ولی - شوبے (ایم پی)
رضا سرسوی - کجرسا ضلع مراد آباد (یوپی)
ہارون رشید - ہزاری باغ (بہار)
ایس - ایم عابد جعفری
چھوٹا امام باڑہ - بلگ - سیتاپور (یوپی)
جی آر - خان - سوری - رنگ بازار - رامپور (یوپی)
مختار علی - لال مسجد - رامپور (یوپی)
ظفر ایب جعفری - دارالشفاء - لکھنؤ (یوپی)
ماسٹر ضیاء الحسین جعفری
محلہ سادات - سرسی - ضلع مراد آباد (یوپی)

ایڈیٹرس :

افضال عابدی -
صدر انجمن تعلیم پنجیہ ماڑہ علی گڑھ (یوپی)
جاوید حبیب - ہجوم - ذاکر نگر - دہلی
محمد نسیم - چیف ایڈیٹر
آپ کا ساتھی - دریا گنج - دہلی
مشکیل جمال نکہت - ایڈیشنر
مرزا غالب مارگ - الہ آباد

انجمن و ادارہ ھا

انجمن حسینیہ - ۲۲۰ - پرتاپ گڑھ (یوپی)
انجمن یادگار حسینی - نوگانواں سادات ضلع مراد آباد"
آل انڈیا جماعت سلامتی
گلی نوراتنا مسجد - چوبان باغ دلی
ادارہ تنظیم جعفری
جعفر آباد - جلال پور - فیض آباد (یوپی)
انجمن حیدری سانکھنی (رجسٹرڈ)
سانکھنی - بلند شہر (یوپی)
سادات فیڈریشن
۲۲۹ بشتیا بہادر گڑھ (یوپی)
حافظ الہسل لائبریری -
سوں سپاری ضلع نوادہ (بہار)
ضلع دفتر سادات کمیٹی -
تنظیم المکاتب - بڈگام - کشمیر
انجمن حمایت انقلاب اسلامی ایران
لیٹش روڈ - بجلی - بستی (یوپی)
ادارہ ابوالفضل عباس اسلامک لائبریری
بڈگام - کشمیر
ہلال نقوی میموریل سوسائٹی (غازی آباد)
انجمن سبیل الجوائین (رجسٹرڈ)
شاہی پور - جلال پور - فیض آباد (یوپی)
جامعہ ابوطالب - امیبال
قصبہ - سیتاپور (یوپی)
اسلامیہ کتب ایجنسی

وہاب پورہ - بڈگام - کشمیر
جامعہ عسکریہ -
سرانیا - ضلع نارتھ پرگنہ ۲۴ (بنگال)
آل انڈیا مسلم مجلس - کیمپ کاندھلہ
ضلع مظفر نگر (یوپی)
شیعہ یوتھ فیڈریشن - کندرکی - مراد آباد (یوپی)
خواجہ شیعہ اثنا عشریہ جماعت مہاراشٹر
سائن مارگ - بھاؤ نگر (گجرات)
جعفری یوتھ فیڈریشن
محلہ گذری امروہہ (یوپی)
انجمن بنی ہاشم - گذری امروہہ (یوپی)
امروہہ میڈیکل ایسوسی ایشن - امروہہ (یوپی)
شیعہ یوتھ آرگنائزیشن امروہہ
محلہ کٹرہ امروہہ (یوپی)
مدرسہ اہلبیت - ۱۶/۱۵/۵ ترکمان گیٹ دہلی
امام خمینی میموریل ٹرسٹ - کرگل - کشمیر
لداخ مسلم ایسوسی ایشن - لداخ کشمیر
اسٹوڈنٹس اسلامک سوسائٹی - ۶ - ۱۹
ذاکر نگر - نئی دہلی -
اردو اکیڈمی - دریا گنج - نئی دہلی -
انجمن اصلاح مومنین
گنیش پارک - احمدیہ مارکیٹ دلی -
انجمن دستہ عباسیہ -
۱۹۹۶ حوض سوئی والان دہلی -
انجمن تنظیم ماتم امروہہ
ذاکر نگر - اوکھلا نئی دہلی
مجلس علماء وخطباء دلی
شیعہ جامع مسجد کشمیری گیٹ - دہلی
اردو سماج -
بھارتیہ ایکتا کمیٹی گنیش پارک دہلی -
۲۵ موتی لال بوس روڈ - لکھنؤ (یوپی)
جعفری یوتھ فیڈریشن دلی
۸۰ ساؤتھ ایونیو - نئی دلی
نگرہ ضلع - بھارتیہ کسان یونین -
قصبہ برما ضلع نگرہ (بہار)
آل انڈیا مسلم یونائٹیڈ کونسل - دہلی
مومنین و مومنات - قصبہ کاریہ ضلع بلند شہر دہلی
ادارہ - تنظیم المکاتب - سلطان پور (یوپی)
انجمن محبین المومنین - دہرادون (یوپی)
انجمن المومنین اسلامی لائبریری
ترکی وجینات سیروج (گجرات)
انڈو ایران فرینڈشپ
اینگلو سوسائٹی اورنگ آباد (یوپی)
بزم یادگار انیس
درجہ اولین - بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی -

مرکز اسلامک کلچر آف انڈیا
محبوبیا کالونی - سندھ حضو ضلع راجپور (کرناٹک)
جانس - ایجوکیشنل سوشل اینڈ کلچرل
ایسوسی ایشن - جانس - رائے بریلی (یوپی)
حسینی فیڈریشن - نظیر باغ کانپور (یوپی)
علامہ محمد سبطین نقوی سرسی - ضلع مراد آباد

ٹیلیگرام

مولانا اسعد صدیقی - (ایڈیٹر) دلی
سید عمر کاظم حسینی رضوی - الہ آباد
رفیق ٹریولس - کانپور (یوپی)
نادر جہاں نقوی - کانپور
انجمن ہجر بخی - کانپور
مولانا حمید الحسن - لکھنؤ
تنظیم المکاتب - لکھنؤ
احمد حسین قریشی - احمد آباد
ایمیندار کار - مراد آباد
ڈاکٹر شوکت علی خان - ٹونک - راجستھان
سید ولی الحسن لائبریری - سیتاپور
قومی حسین - سیتاپور
پرنسپل حوزہ علمیہ - بندریا (گجرات)
اے - ایچ - قریشی - جلال پور - الہ آباد

باقی اسمائے گرامی
آئندہ شائع کیے جائیں گے -
(انشاء اللہ)

فرانس میں کچھ کتابوں کی اشاعت و فروخت ممنوع

فرانس کے وزیر داخلہ "پیر ژوکس" نے نازی مفکرین و دانشوران کے افکار و نظریات پر مبنی "الفرڈ روزن برگ" کی تصنیف کردہ کتاب "یورپ اور بالشیوزم کے درمیان جنگ کی تاریخ ساز گھڑی" کی اشاعت و فروخت پر پابندی عائد کر دی ہے خبر گذاری جمہوری اسلامی ایران کی گذارش خبر کے بموجب وزیر داخلہ نے اس کتاب کی نشر و اشاعت اور خرید و فروخت پر پابندی عائد کرتے ہوئے دلیل دی ہے کہ یہ کتاب فرقہ پرستی پر مبنی ہے نیز یہودیوں کے خلاف ہے لہٰذا اس سے امن عامہ کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

اسی گذارش خبر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ گذشتہ ماہ جنوبی فرانس کے شہر "کرپن تراس" میں واقع یہودیوں کے قبرستان میں کچھ قبروں کی تخریب کے بعد وہ کتابیں اور تلخیصات شائع کرنے کی کوشش کی گئی جنھیں ہٹلر کے دور میں کی گئی قتل و غارتگری کو مورد بحث و تکرار بنایا گیا تھا۔ ان کی طباعت و اشاعت بھی حکومت نے ممنوع قرار دے دی۔ یہ اس حالت میں ہے جبکہ حکومت فرانس نے کتاب شیطانی آیات کا ملک میں نہ صرف دفاع کیا ہے بلکہ "آزادی بیان" کے نام پر اسکی حوصلہ افزائی کی ہے۔ نیز نویسندہ کتاب سلمان رشدی کی حمایت و تبلیغ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی ہے۔

واضح رہے کہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق فرانس میں مسلمانوں کی تعداد تیس لاکھ سے زیادہ ہے۔ ان میں ایک تہائی سے زائد فرانسیسی شہری ہیں۔ اس لحاظ سے عیسائیوں کے بعد فرانس میں پیروان اسلام دوسری مذہبی اکثریت ہیں نیز یہودیوں کی تعداد اس ملک میں ۵ لاکھ سے ۷ لاکھ کے درمیان بتائی جاتی ہے۔

عید غدیر خم کی چودہ صد سالہ یادگار تمام مسلمانوں بالخصوص ہندوستانی مسلمانو
خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران - نئی دہلی

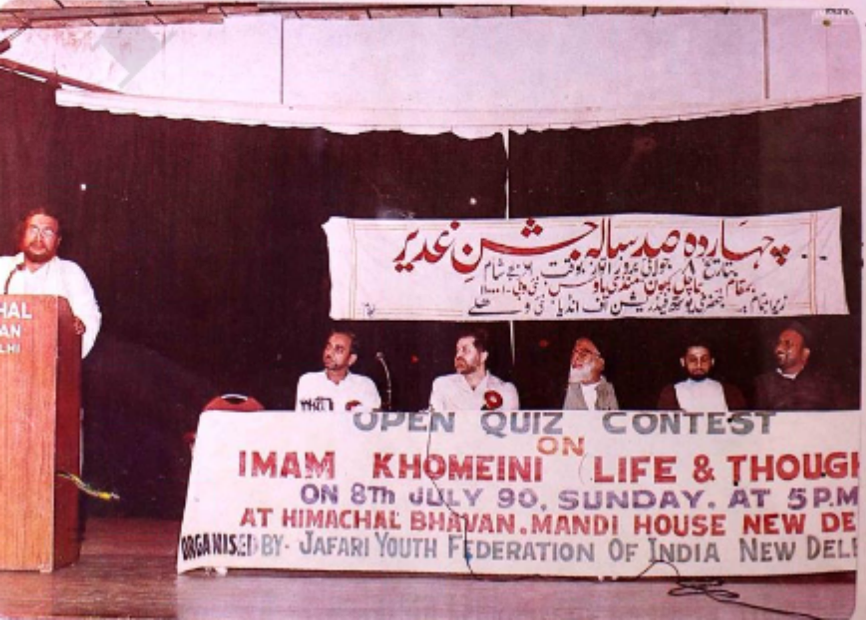
چہاردہ صد سالہ جشن غدیر
OPEN QUIZ CONTEST
ON
IMAM KHOMEINI LIFE & THOUGH
ON 8th JULY 90, SUNDAY. AT 5P.M
AT HIMACHAL BHAVAN. MANDI HOUSE NEW DE
ORGANISED BY- JAFARI YOUTH FEDERATION OF INDIA NEW DEL